

سوانح عمری

۱۵۶

٤٨٩
هو المبعين

بلسله تصانيف دار الاشاعت نمبر ٢٢

يا فخر فریدین ملک

بشده و تلامذہ بلکہ تمام عالمی

مسلک غیر غری

قد عالم الاسلام المشیخ الاسلامی

خواجہ فرید الدین

خواجہ سید عبد الباقی

تألیف

سید منظور احمد باب التلخیص

خواجہ میر تقی

جلد ١ (١٠٠٠)

سوانح غری

۹۲۲

۱۵۱

۱۵۸

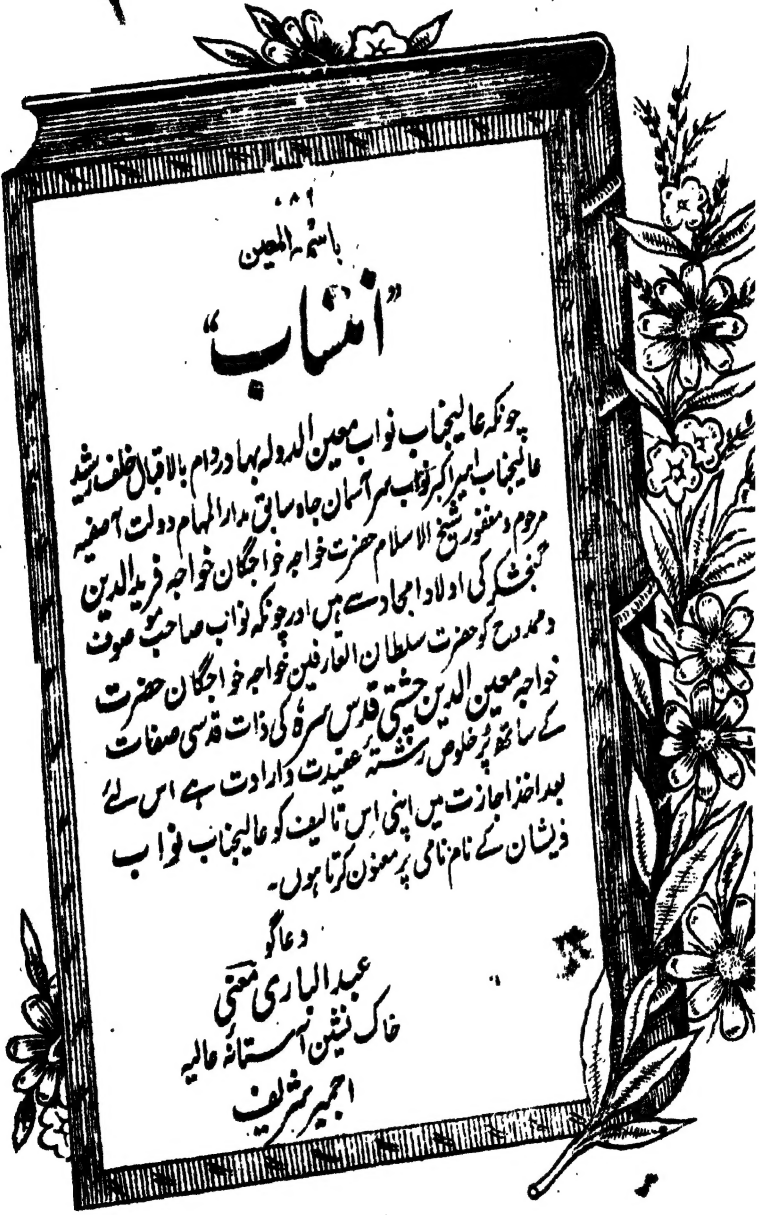
باسمہ تعالیٰ

”انساب“

چونکہ عالیجناب نواب معین الدولہ بہادر دوم بالاقبال خلف رشید
عالیجناب امیر اکبر نواب سر آسمان جاہ سابق مدارالہمام دولت امین
مرحوم و مقور شیخ الاسلام حضرت خواجہ خواجگان خواجہ فرید الدین
گنجشکر کی اولاد اجماد سے ہیں اور چونکہ نواب صاحب صوف
و مہر و ک حضرت سلطان الفاروق خواجہ خواجگان حضرت
خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کی ذات قدسی صفات
کے ساتھ پُر خلوص رشتہ عقیدت و ارادت ہے اس لئے
بعد از اجازت میں اپنی اس تالیف کو عالیجناب نواب
ذیشان کے نام نامی پر مہنون کرتا ہوں۔

دعا گو

عبد الباری معنی
حاکم نیشن ہسٹائن عالیہ
اجمیر شریف



9 22, 945

7-8

گزارش

۱۵۶

مولفنا خواجہ معنی کا ایک مضمون ہے کہ کیف کے ستمبر نمبر میں
شائع ہوا تھا اور میں حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کے حالات
کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ مگر جب اگست کے پرچہ کیلئے
تکمیل مضمون کا خیال آیا تو سلسلہ سخنِ مسلم کی روانی اور
معلومات کی فراوانی سے ہفتہ بطویل ہوا
کہ سوانح عمری کی شکل میں تبدیل ہو گیا ظاہر ہے

کہ اس قدر طویل مضمون کے لئے رسالہ کیف کے
 صفحات نا کافی تھے اور گزشتہ سے پیوستہ لکھ کر
 کئی اشاعتوں میں یہ مضمون اگر شائع کیا جاتا لطف
 جاتا رہتا اس لئے علیحدہ چھاپنے کیلئے دارالاشاعت
 کو یہ رسالہ عنایت فرمادیا۔ چنانچہ اشائع کیا جاتا ہے
 مولانا نے اس مضمون میں بھی ترمیم و اضافہ فرمادیا
 ہے جو رسالہ کیف میں شائع ہوا تھا۔ والسلام

سید منظور احمد

نائب ناظم دارالاشاعت معینہ فخریہ
 خدام خواجہ جمشید شریف

۱۹ جادو الاخرہ ۱۳۲۶ھ

مطابق

۵ اربور ۱۹۲۶ء

یوم پنجشنبہ



۷۰۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْبَدْرُ بِطَلْعِهِ مِنْ فَرْدِ حَبِيبِهِ وَاشْتَمَشَ تَنْزِيلُهُ فِي شَقَائِقِ خُدَا
مَلَكَ الْجَلَّ بِاسْمِهِ فَكَأَمَّا حَسَنَ الْبُورَةِ كُلَّمَةٍ مِنْ عِنْدِهِ

نام و نسب نامہ نامی مسعود، لقب گرامی فرید الدین گنجشکر شیخ الاسلام کافاروٹی
المنسب ہونا متفق علیہ اور مسلم الثبوت امر ہے بعض حضرات کے نزدیک نسباً آپؐ
اکرام سے ہیں، لیکن روایت اولیٰ کا تو اتر اسکا شدید انکار کرتا ہے اب اختلافی
شکل سلسلہ نسب میں صرف ایک مقام پر رونمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شیخ الاسلام
حضرت ابراہیم بن ادہم کی اولاد سے ہیں صاحب القباس الانوار مولانا اکرام نے
اس اختلاف کی نسبت صاحب سیر الاقطاب مع لننا الہدیہ کی جانب کی ہے لیکن
سیر الاقطاب کا جو مطبوعہ نسخہ اس وقت ہمارے سامنے ہے اسکی عبارت اسکی
تائید نہیں کرتی، بلکہ زیر مطالعہ سیر الاقطاب میں سلسلہ نسب کا تحت ابراہیم نام
ہی درج نہیں ہے، باوجودیکہ شیخ الاسلام کے جہاد میں شیخ اسحاق بن علی
ابراہیم بن ناصر الدین تحریر ہے، لیکن صاحب سیر الاقطاب نے شیخ اسحاق کو شیخ ناظر

فرزند بتایا ہے، قیاس یہ کہتا ہے کہ شاید مولنا اکرم کی نگاہ وراثت کو یہاں مغالطہ ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ صاحب سیر الاقطاب نے حضرت ابراہیم ابن ادہم کے مبارک حالات سے پہلے آپ کا شجر و نسب اس طرح تحت سر فرمایا ہے۔ ابو احمق حضرت ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن منصور بن ناصر بن عبد اللہ بن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ۔ اب چونکہ حضرت ابراہیم بن ادہم کا فاروقی نسب ہونا مورخین کے نزدیک ایک غیر ثابت امر ہے چنانچہ طبقات کبریٰ میں امام عبد الوہاب شمرانی حضرت ابراہیم ابن ادہم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: "کان من کولہ بلع من اولاد ملوک"

اور اس کی تائید میں مولنا عبد الرحمن جامی علیہ الرحمۃ واساتہ اپنی مشہور تصنیف کتاب نفحات الانس میں حضرت ابراہیم ابن ادہم کو از اولاد ملوک تحریر فرماتے ہیں، اس طرح حضرت ابراہیم ابن ادہم عند بعض بنی عجل اور عند بعض بنی تمیم سے ہیں لیکن بنی عدی سے ہونا کسی نے تحریر نہیں کیا ہے مالا تکہ فاروقی کے لئے بنی عدی ہونا اسی طرح ضروری ہے جس طرح ہر انسان کا حیوان ہونا۔ اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بنی عدی سے ہیں، اس کے علاوہ اگر اولاد ملوک سے ہونا کوئی قابل افتخار نسبت ہو سکتی تھی تو اس سے کہیں زیادہ فاروق اعظم کی اولاد ہونا موجب فخر و عزت تھا۔ اسی حالت میں حضرت ابراہیم ابن ادہم کا نسب بیان کرتے ہوئے مورخین آپ کے فاروقی ہونے کا اظہار نہایت بلند آہستگی کے ساتھ کرتے، لیکن ایسا نہیں ہوا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم کا فاروقی ہونا مورخین کے خیال میں متحقق نہیں ہے۔

مولنا اکرم نے سیر الاقطاب کے مطالعہ سے جب یہ معلوم کیا کہ صاحب سیر الاقطاب

ایک جانب حضرت ابراہیم ابن ادہم کو فاروقی بتاتے ہیں اور دوسری جانب شیخ الاسلام کا سلسلہ نسب حضرت فاروق اعظم سے ملاتے ہیں، پس اون کو یقین آگیا کہ صاحب سیرالاقطاب شیخ الاسلام کو حضرت ابراہیم ابن ادہم کی اولاد سے سمجھتے ہیں لیکن صورت حال یہ ہے کہ یہ یقین نہیں ہے بلکہ قیاس ہے اور قیاس بھی مع الفارق۔ ہاں صاحب سیرالاقطاب کے اس بیان کی تردید کیجا سکتی ہے کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم کو فاروقی بتانے میں اون سے غلطی واقعی ہوئی، لیکن شیخ الاسلام کو حضرت ابراہیم بن ادہم کی اولاد اونہوں نے کب بتایا ہے جو اس کی تردید کیجاتی ہے دیکھو شجرہ نسب کہ صاحب سیرالاقطاب نے شیخ الاسلام کا تحریر کیا ہے اس میں اسحق بن ناصر الدین عبداللہ بن فاروق اعظم تحریر کیا ہے۔ بالفرض اگر یہاں یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ شیخ اسحق کے بعد حضرت ابراہیم کا نام سہو کا تب سے رہ گیا ہے تو بھی شیخ الاسلام ابراہیم بن ناصر کی اولاد سے ثابت ہوتے ہیں، نہ کہ ابراہیم ابن ادہم کی اولاد سے۔ اور حقیقت واقعہ بھی یہی ہے کہ شیخ الاسلام حضرت ابراہیم بن ناصر الدین کی اولاد میں سے ہیں جیسا کہ جواہر نیر ہی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے جو شیخ الاسلام ہی کی اولاد میں سے مولانا علی اصغر نے عہدِ جہانگیری میں تصنیف فرمائی ہے۔ و صاحب البیت اوری باقیہ۔

پس اب ثابت ہوا کہ یہ اختلاف اصل میں کبھی رو بوجہ ہی نہیں ہوا ہے بلکہ محض قیاس کی بلند پروازیوں نے اس کی ایک مبہوم صورت قائم کر لی ہے عاداتنا شتی و حسنک واحدہ۔

صاحب سیرالاولیاء کا بیان ہے کہ شیخ الاسلام کے اجداد میں بادشاہ کابل

فرخ شاہ عادل کا نام نامی بھی آتا ہے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ دین کے اس بادشاہ کا خاندان قدرت کی جانب سے دنیا کی بادشاہت کے بھی سرفراز رہ چکا ہے۔

قاضی شعیب کا ہندوستان میں تشریف لانا
سلطنت کابل کی بنیاد جب بادشاہ روزگار سے متزلزل ہو گئی اور

شاہانِ غزنین کا تسلط عام ہو گیا تو شاہ کابل فرخ شاہ عادل کے اخلاف نے اس فتنہ عظیم کے حملہ کو صبر و شکیب کیا ساتھ برداشت کیا اور خاک پاک وطن سے جدائی اختیار نہ کی۔ مگر ابھی کچھ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ چنگیز خانی دورِ ملامت و مصیبت آگیا اور ایران و توران کی تباہی و بربادی عمل میں آئی، یہاں تک کہ قتل و غارت گاہ یہ سیلاب رفتہ رفتہ مملکتِ غزنین سے ہوتا ہوا کابل تک پہنچا اور شیخ الاسلام کے جدِ امجد کے والد بزرگوار اس مکر میں جامِ شہادت سے سیراب ہوئے۔ نیز ننگِ عالم نے جب یہ کثرہ ساریاں کھائیں تو چار دنا چاد شیخ الاسلام کے جدِ امجد قاضی شعیب نے ترکِ وطن کے ارادے سے اپنے ہر نفسِ نرندرانِ رحمندان کے ہمراہ لاہور کا رخ کیا اور قصبہ قصور میں نزول فرمایا۔ قاضی قصوری نے جو اسلامی اخلاق اور ایمانی اوصاف سے متعلق اور تصنیف تھے، جب قاضی شعیب کی تشریف آوری کا حال سنا تو اکرام و احترام کے فرائض لازمی تمام ادا کئے اور اس میں اپنی سعادت سمجھی اور آپ کی تشریف آوری کی اطلاع آپ کے خاندان کرامت نشان کا ذکر کرتے ہوئے بادشاہ وقت کی خدمت میں بھیجی۔ وہاں سے جو اُپ فرمانِ شاہی نافذ ہوا کہ دینی و دنیاوی جو عمدہ وہ قبول فرمائیں نہیں اطلاع و دنا کہ اس کے متعلق حکم صادر فرمایا جائے۔ جب قاضی شعیب نے آپ کی

خدمت میں سنہ ۱۳۸۱ کی جہالت پڑھ کر سنائی تو آپ نے فرمایا۔

”الما از عل دنیا ہیچ مطلوب نیست چیزے کہ اذرافت بدینال آں نشویم“

یعنی دنیا کی حکومت کو ہم نہیں پسند کرتے ہیں اس لیے کہ جو چیز ہمارے ہاتھوں سے چلی گئی ہے اب ہم اوس کے پیچھے نہیں پڑنا چاہتے لیکن بالآخر دوسرے فرماں شاہی کے مطابق شہر ملتان کے قریب مقام کھتوال کی قصبات قاضی شعیب کو تفویض کی گئی اور آپ نے اس منصب کو قبول بھی فرمایا تا کہ الامر بالمعروف والنہی عن المنکر کا فرض انجام دیا جاسکے۔ اور آپ نے مقام کھتوال ہی سکونت اختیار فرمائی۔

قاضی شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند شیخ الاسلام کے والد ماجد حضرت جمال الدین سلیمان کا عقد حضرت مولانا وجیہ الدین کی صاحبزادی سے ہوا چنانچہ آپ کے بطن مبارک سے تین فرزند ان ارجمندان عالم وجود میں تشریف لائے شیخ اعجاز الدین محمود شیخ الاسلام فرید الدین مسعود شیخ نجیب الدین متوکل۔

ولادت شیخ الاسلام کی ولادت مقام کھتوال میں غرہ رمضان المبارک کو علی اختلاف الاقوال عند بعض ۹۷۷ھ اور عند بعض ۹۷۸ھ میں ہوئی۔ ہمارے خیال میں ۹۷۷ھ کا سن پیدائش ہونا اقرب الی الصواب ہے، اس لیے کہ پہلی روایت صاحب جواہر فریدی اور دوسری روایت صاحب خزینۃ الاصفیاء کی ہے، اور صاحب جواہر فریدی کو صاحب خزینۃ الاصفیاء پر تقدم زمانی کے سلاطین ایک اور بھی شرف حاصل ہے وہ یہ کہ صاحب جواہر فریدی شیخ الاسلام کی اولاد اجماع سے ہیں اس لیے سن اولیٰ کو مقدم رکھنا ترجیح بلامرجع نہیں ہے۔

تعلیم و تربیت اور تبحر علمی شیخ الاسلام کی والدہ ماجدہ تہجد گزشتہ مذکورہ

یگانہ دروکار جامدہ اور زاہدہ تھیں اس لئے اُن کے اثر محبت اور فیض تربیت کے
 شیخ الاسلام نے بھی اپنے وہ مصروفیت ہی میں علم و عمل کے میدان کی طرف توجہ
 فرمائی۔ سیر اور تاریخ کی کتب سے اس بیان کی تصدیق و تائید ہوتی ہے کہ شیخ اسلام
 نے علم ظاہری کی تحصیل کے ساتھ ہی ساتھ مجاہدہ و ریاضت کا شغل بھی رکھا ہے۔
 شیخ الاسلام کے تجربہ علمی کا اندازہ مندرجہ ذیل چند مثالوں سے کیا جاسکتا ہے۔
 صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ مولانا بدیع الدین اسحق نے شہر دہلی کے مشاہیر علمائے
 سے اکتسابِ علوم فرمایا اور اپنی خدا داد ذہانت و فطانت کی وجہ سے علما
 عصر پر تفوق حاصل فرمایا۔ لیکن چونکہ حوصلہ عالی اور محنت بلند تھی اس لئے
 جمیع علوم کے انتہائی مدارج طے کر نیک خیال ہوا اور مشاہیر علماء شہر کجانب جمع
 کیا طبیعت کی روانی اور فطانت کی فراوانی کی وجہ سے دقائق علمی کے حل کرنے
 کی جانب زیادہ توجہ تھی جب دیکھا کہ اب علماء شہر سے خاطر خواہ استفادہ نہیں
 ہو سکتا ہے تو اپنے پورے کتب خانہ کیساتھ بخارا کے قصد سے دہلی کو چھوڑا۔
 اس لئے کہ بخارا کو علم و فن کے مرکز ہونے کی حیثیت سے اس زمانہ میں شہر
 نام حاصل تھی شیخ بدیع الدین اسحق اجدہن میں پہنچے۔ تو شیخ الاسلام کی شہرت علمی
 اُن کے کانوں تک پہنچی۔ آخر اپنے ایک دوست کے کہنے سے ادب کے ساتھ
 خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور جو دقائق علمی حل کرنے کے قابل تھے
 ایک ایک کر کے سب عرض کئے اور شیخ الاسلام کی بارگاہ سے جواب شنائی پایا
 یہاں تک شیخ الاسلام کے کمالات علمی دیکھ کر بخارا کا غم فریخت کر دیا۔ اور سادت
 بیعت حاصل کر کے تمام عمر پروردگار کی خدمت میں بسر کر دی۔

اسی طرح حضور محبوب الہی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کلام اللہ کے چھ پارہ اور تین کتابیں شیخ الاسلام سے پڑھی ہیں ایک کتاب کا میں خود قاری تھا اور دو کتابوں میں سامع اور ابو شکر سالمی کی تصنیف کتاب تمہید المہندی پوری پڑھی ہے اور چھ باب عوارف المعارف کے پڑھے ہیں، اس روایت کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلقہ درس بھی آراستہ ہوا کرتا تھا۔

صاحب میرا ولیا حضور محبوب الہی سے روایت کرتے ہیں کہ ضیاء الدین نام ایک عالم تھے جن کو خلافیات میں بہت کچھ دخل تھا وہ کہتے تھے کہ جب مجھے شیخ الاسلام کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا تو مجھے خوف پیدا ہوا کہ بسا اذ شیخ الاسلام کسی ایسے فن میں سوال فرمائیں جس میں مجھے مہارت حاصل نہیں ہے تو یقیناً شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔ لیکن جب میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو شیخ الاسلام نے خود فقہ کا کوئی مسئلہ نہیں دریافت کیا۔ بلکہ پوچھا ”تتبع منا طبعہ باشد“ یعنی تتبع منا کیا ہے۔

علمی لطیفہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کبھی شخص نے حضرت بہار الدین کی نسبت کوئی ایسی بات شیخ الاسلام کے گوش حق نبیوش تک پہنچائی، جو شیخ الاسلام کی مجلس عالی کے لائق نہیں تھی جب شیخ بہاؤ الدین کو اس واقعہ کا علم ہوا تو معذرت نامہ لکھا یہ مضمون یہ تھا ”بیان ما و شاعشقا بازی است یعنی تمھارے اور ہمارے درمیان عشق بازی ہے شیخ الاسلام نے اس کے جواب میں تحسّر فرمایا یہ بیان ما و شاعشقا بازی نیست یعنی تمھارے اور تمھارے درمیان عشق و محبت ہے بازی نہیں۔“ کما قال قتادہ سیر اللہ

مندرجہ بالا واقعات جن سے شیخ الاسلام کے تجربہ علمی کی شان کا اظہار ہوتا ہے
کتب سیر میں موجود ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے بیشمار واقعات ہوں گے
لیکن افسوس کہ آج تذکرے اون سے خالی ہیں۔ مگر اباب عقل انصاف کے
یہ شیخ الاسلام کی عالمانہ وقعت شان کا اندازہ کرنے کے لئے بھی کافی ہو سکتا ہے
شعہ بات کو گفتہ ام سخن

قس علی ما سمعتہ اباقی

تحصیل علم کے متعلق صراحت کے ساتھ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کن کن
مقامات پر کن کن اساتذہ سے کس کس وقت میں تعلیم حاصل کی ہے۔ ہاں سقہ
مردہ چلتا ہے کہ طلب علم کے زمانہ میں تحصیل علم کی غرض سے مختلف مقامات
کا سفر فرمایا ہے چنانچہ قندہار و بنداد کا جانا بھی بعض کتابوں میں مرقوم
ہے ممکن ہے ایسا ہی ہوا ہو۔

جمعیت طالب علمی کے زمانہ میں ملتان کی ایک مسجد میں شیخ الاسلام
قبلہ رو بیٹھے ہوئے کتاب نافع کے مطالعہ میں مشغول تھے کہ قطب الاقطاب
رضی اللہ عنہ اوش سے وارد ملتان ہوئے اور اتفاقاً اسی مسجد میں قدم رنجر فرمایا
شیخ الاسلام نے قطب الاقطاب کی چکیتی ہوئی تو رانی پیشانی کو جب دیکھا تو بے اختیار
تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور پھر مؤدب ہو کر سامنے بیٹھ گئے۔

قطب الاقطاب نے دو گانہ تحفہ مجددا کو کے آپ کے دریافت فرمایا کہ کیا پڑھتے
ہو، آپ نے جواب دیا کتاب نافع، ارشاد ہوا، نفع تو ادیں نافع خواہ شدہ عرصہ
کیا کہ "نفع من از کیمیائے سعادت بخش شا خواہ شدہ" اور یہ کہہ کر فوراً قدم ہٹا دیے۔

کتاب خیر المجالس کی مجلس شصت و پنجم میں خواجہ نصیر الحق والدین چراغ دہلی سے روایت ہے کہ جب شیخ الاسلام حضرت قطب الاقطاب کی قد مبوسی سے مشرف ہوئے تو اس وقت حضرت قطب الاقطاب نے یہ رباعی پڑھی۔

مقبول تو خبر مقبلِ جاوید نشد وز لطف تو یحج بندہ نو مید نشد
لطفت بکدام بندہ پیوست مے کاں قدہ بہ از ہزار خورشید نشد
”پھر اس رباعی کے بعد ہی یہ حدیث شریف پڑھی“

انزل اللہ تعالیٰ علی خدائے برتر نے میری امت پر دو کتابیں
اُمّتی ایتین و ماکان نازل فرمائی ہیں (پہلی) آیت یہ کہ اے
اللہ لیعد بہم و انت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں میں
فیہم و ماکان اللہ آپ ہیں اللہ نے آپ پر عذاب نہیں کیا اور میری
معد بہم و ہم آیت یہ کہ اللہ ان لوگوں پر عذاب فرمائے گا جنہیں
یستغفرون فاذا ہے جو لوگ اپنے لئے مغفرت چاہتے ہیں اور
مضیت ائی مت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ دنیا سے رخصت
ترکت فیہم الا ہوئے تو آپ نے اپنی امت میں استغفار کو باقی
ستغفار الے چھوڑا جو قیامت تک باقی رہے گا (اور میں نے
یوم القیمة۔ اللہ اور پر عذاب نہیں فرمایا گا۔

یہاں تک کہ قطب الاقطاب کے ہمراہ رکاب رونق اسر و ز دہلی ہوئے اور اسی مقام پر مشرف بیعت حاصل کیا۔

صاحبیل العارفین اور ان کے مہنوا تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ شیخ اسلام نے

قطب الاقطاب کی ہمراہ رکاب سدا انتساب ہمارا وہ دہلی ابھی صرف تین فرسنگ
ہی طے کی تھیں کہ ارشاد ہوا یا با فرید کچھ عرصہ ابھی تحصیل علوم میں اور صرف
رہو، پھر فرار ہو کر ہمارے پاس دہلی میں آؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام اپنے پیرومرشد کے ہمراہ دہلی تشریف
نہیں لے گئے۔ نہ زمانہ طلب علم میں آپ بیعت ہوئے لیکن چونکہ مذکورہ بالا
بیان کتاب سیر الاولیاء کا ہے جو ہر حیثیت سے کتاب سیر العارفین سے
متقدم ہے، اس لئے اس کی صحت قرین عقل و قیاس ہے۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ دہلی پہنچ کر بیعت ہو چکنے کے بعد پیرومرشد کے ارشاد
پر طلب علم کی غرض سے پھر سفر فرمایا ہوا تکمیل علوم کے لئے قند حاروندا
تشریف لے گئے ہوں۔

خواجہ بزرگ کی نیار جس زمانہ میں شیخ الاسلام بمقام دہلی اپنے پیرومرشد
حضرت قطب الاقطاب کی خدمت سے مشرف تھے

اور دن رات مجاہدہ و ریاضت سے کام تھا۔ ٹھیک انہی دنوں میں شیخ الاسلام
و المسلمین خواجہ محمد جگان سلطان الہند غریب نواز رونی افروز دہلی ہو کر حضرت
قطب الاقطاب کے یہاں قیام فرما ہوئے تھے اور قطب الاقطاب اپنے جملہ
طبقہ بگوشوں کے ساتھ اقامت و فی نعمت عطاء رسول غریب نواز دکن خدمت
میں ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ جھرمیخ امیر خواجگان

سلطان الاولیا تشریف فرما تھے اور حضوری میں حضرت قطب الاقطاب خواجہ
قطب الدین مودب شیخ الاسلام خواجہ نسیر الدین کے سوائے کوئی اور نیار مندرجہ

خداوند نعمت کی لطف فرین اثر جیب شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین پر پڑی تو آپ نے قطب الاقطاب کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”بختیار ایں جوان راتا چند از مجاہدہ خواہی سخت چیز بخش کن“
یعنی بابا بختیار بس جوان کو مجاہدہ ہی مجاہدہ میں کب تک سوزاں رکھو گے
ابن کو پہنچ بخش کر و قطب الاقطاب نے عرض کیا میری کیا مجال ہے کہ خدمت کی وجہ سے
کچھ بخش کروں ارشاد ہوا کہ اس جوان کو آخر نسبت تو تمہیں سے مل ہی ہے
یہ نہرا کر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ آؤ ہم تم دونوں کو نعمت دیں چنانچہ
شیخ الاسلام فرید الدین کی سیدہ ہی جانب حضور اقدس سلطان الہند اور بانی
جانب حضرت قطب الاقطاب کھڑے ہوئے۔ اب جو کچھ نعمت عطا ہوئی
اسکی حقیقت لینے والے اور دینے والوں کے سوا کسی کوئی اور کیا جان
سکتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ صاحب سیر لاویا فرماتے ہیں۔

بخشش کو نین اشرفین شد و باب تو بادشاہی یافتی زین بادشاہان ماں
حکمت دنیا و دین گشتہ مسلم ترا عالم کن گشتہ اطلع توئے شایہاں
شیخ الاسلام کو ایک زمانہ تک اپنے پیرومرشد کی
خدمت میں حضور کا شرف حاصل ہوا۔ آخر احوال و

نصیب ہوئی۔ چنانچہ ہانسی کی جانب روانہ ہونے کے ارادہ سے شخصی سلام
نیاز کے لئے جب آپ حضرت پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت
قطب الاقطاب نے چٹم پر آب ہو کر فرمایا، مولانا فرید الدین دائم رفاں شاہیؒ
یعنی مولانا فرید الدین میں جانتا ہوں کہ تم جاؤ گے۔ شیخ الاسلام نے عرض کیا۔

میرا ارادہ کیا حقیقت رکھتا ہے جیسا ارشاد ہو گا سہرا نگہوں سے تعمیل کروں گا۔
 ارشاد ہما شیت الہی کا یہی منشا ہے کہ تم مجھ سے جدا ہو جاؤ اور جب میں سفر
 آخرت کروں تو تم میرے پاس رہو۔ یہ کہہ کر اپنے حاضرین کی جانب رخ فرما
 ارشاد فرمایا کہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھ کر اس درویش کے لئے ولایت
 دین دو دنیا اور نعمت فقر کی زیادتی کی دعا کرو۔ چنانچہ سب حاضرین مجلس نے
 شیخ الاسلام حضرت خواجہ سید الدین کے لئے دعا کی۔ پھر حضرت قطب الاقطاب
 ازراہ نوازش کرم عصا اور مصلائے خاص شیخ الاسلام کو عنایت فرمایا
 اور ارشاد کیا۔ کہ تمھاری امانت یعنی سجادہ خرقہ و ستار تعلین قاضی حمید الدین
 کو دیدوں گا وہ تمھارے پاس پہنچا دیں گے تم اپنے پاس رکھنا اس لئے کہ میرے
 قائم مقام تم ہی ہو قطب الاقطاب کی اس دعا کی گفتگو کو سن کر حاضرین مجلس نے
 سمجھ گئے کہ زمانہ وصال قریب آچکا ہے اس لئے سب نے ایک نعرہ لگایا اور بکے
 سب دعا کرنے لگے! انقصہ شیخ الاسلام پیر و مرشد سے خصمت ہو کر ہانسی پہنچے
 اور وہیں قیام فرمایا۔

خفتہ شیخ الاسلام اپنے پیر و مرشد قطب الاقطاب کی رحلت کے وقت ہانسی
 میں تشریف فرما تھے۔ لیکن اشارہ پیر و مرشد پاکر فوراً ہانسی
 سے روانہ ہوئے اور چوتھے دن پہلی پہنچے قطب الاقطاب نے چونکہ اسی مجلس میں
 جس مجلس میں صال فرمایا تھا یہ وصیت فرمادی تھی کہ جامہ، عصا، تعلین،
 ہماری یہ تمام چیزیں سید الدین کے حوالہ کر دی جائیں، اس لئے کہ ہماری
 نعمت کا وارث وہی ہے۔

کتاب خیر المجالس کی مجلس سبت و پنجم میں شیخ الاسلام نصیر الدین محمود سے روایت ہے کہ جب شیخ الاسلام فرید الدین مسعود رونق افروز دہلی ہوئے تو سید اپنے بڑے بھائی مولانا بدر الدین غزنوی سے ملنے گئے۔ اور ان سے دریافت کیا کہ جناب شیخ نے رخصت کے وقت کیا وصیت فرمائی تھی مولانا نے جواب دیا کہ قلب الاقطاب نے یہ وصیت فرمائی ہے کہ میرا مصلائے خاص مولانا مسعود کے حوالہ کر دیا جائے۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ اگر وہ چاہیں تو میری زوجہ نکاح بھی کر لیں شیخ الاسلام فرید الدین مسعود نے یہ سن کر فرمایا کہ دوسری وصیت قبول کرنے سے میں معذور ہوں۔

غرض تمام تبرکات آپ کے حوالہ کر دیے گئے اور تنہا آپ اپنے پیرو مرشد کے صاحب سجادہ قرار پائے۔ اور صاحب سجادہ بھی کیسے کہ آپ کا طالع اقبال غیرت خورشید ہو کر چمکا اور اس کی روشنی سے دو دامن حشمت کو چا چٹا لگ گئے یہ ہے کہ شیخ الاسلام کی ذات ستودہ صفات کی برکت سے سرزمین ہندوستان پر ہدایت و ارشاد کے چشمے جاری ہو گئے۔

ماقلت فی فضلہ شیخ الاسلام

الا وفضل فرید فوق ماقلت

شیخ الاسلام نے ہمیشہ یہی چاہا کہ مخلوق ابھی آپ کی سیرتِ حال شانِ کمال سے واقف نہ ہونے پائے کہ اوقات عبادت و مشغولیت میں ماحتمدوں کی کثرت کے سبب ہرج و مرج و نقصان نہ واقع ہو لیکن آفتاب روشن کا درخشاں چہرہ کہیں نقاب سماج سے

بھی پوشیدہ اور مخفی ہوا ہے، چنانچہ جب شیخ الاسلام اپنے پیرو مرشد کے
 سجادہ طریقت کے وارث مقرر ہوئے اور نعمت خلافت حاصل ہو چکی تو
 دہلی سے ہاتھی کی طرٹ واپس ہو گئے اور خاموشی کے ساتھ دنیا اور اہل دنیا
 سے کنارہ کشی فرمائی اور اب یاد آہی میں عمر عزیز کے لمحات گرا بہا صرف ہونے
 لگے لیکن بالآخر پاپ کی مقبولیت نے آپ کو انسی میں مشہور کر دیا۔ ایک روز کا
 واقعہ ہے کہ مولانا نور ترک وارد ہاتھی ہوئے اور وہاں وعظ فرمانے لگے
 شیخ الاسلام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو مجلس وعظ کی شرکت فرمائی۔ مولانا
 نور ترک کی نگاہ حق شناس جب اس آفتاب ہدایت کے جمال پر پڑی۔ تو
 بے ساختہ پکار اٹھے، "اے مسلماناں صراف سخن رسید، یعنی اے مسلمانو
 دیکھو وہ سخن کا پر کھنے والا آ پھنچا۔ اس کے بعد شیخ الاسلام کی مدح و ستائش میں
 مطالبان ہوئے اور جس طرح سلاطین کی تعریف کی جاتی ہے اس طرح
 تعریف کرنی شروع کی شیخ الاسلام نے جب دیکھا کہ روز بروز انسی میں
 شہرت زیادہ ہوتی جاتی ہے تو وہاں سے اپنے اپنے آبائی مسکن اودھ
 مولد کھتوال کی جانب رخ فرمایا۔

محبوب آہی فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں شیخ الاسلام کھتوال میں اقامت
 فرماتے تھے اس وقت جلال الدین تبریزی وہاں تشریف فرما ہوئے
 اور لوگوں سے دریافت فرمایا کہ یہاں کوئی مرد خدا بھی ہے یا نہیں لوگوں نے
 عرض کیا جی ہاں ایک قاضی زادہ ہیں جو فلاں مسجد کے پیچھے یاد آہی میں
 مصروف ہمارے ہیں چنانچہ شیخ موصوف شیخ الاسلام کے پاس تشریف لا گئے

اور ملاقات فرمائی۔ لغرض یہاں بھی آپ کا استاذ مریم خاص و عام ہو گیا۔ شہر لٹا
چونکہ یہاں سے قریب تھا اس لئے اہل ملتان بھی جوق جوق بارگاہ ولایت
میں اپنی اپنی استعدادیں لیکر حاضر ہونے لگے اور مشاغل میں غفل ہونے لگا
تو شیخ الاسلام نے اجدوہن کی جانب رخ فرمایا۔ اور آخر آپ کے مبارک دود کے
باقیمانہ ایام نہیں تمام ہوئے۔

بظاہر بار بار جو انتقال مکان کی ضرورت پیش آتی تھی اوسکی وجہ صرف تھی
کہ اہل دنیا سے آپکا حال کرامت انتقال پوشیدہ اور مخفی رہے چنانچہ جہاں آوازہ شہرت
ہوا آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا۔ سلطان المثلخ سے روایت ہے کہ آپ
بار بار اس عسر کی تکرار فرمایا کرتے تھے ۵

ہر کہ دیند نام و آواز ست خانہ ادب و دین مردانہ است
بالا ضرب یقین ہو گیا کہ مشیت الہی اپنی تہید ست مخلوق کو آپ کے
دروازہ کرم سے مالا مال کرنا چاہتی ہے تو آپ نے اجدوہن میں مستقل
قیام فرمایا۔ اور تک اجدوہن نہیں فرمایا۔

قیام اجدوہن کے ابتدائی حالات
اجدوہن میں مستقل قیام فرمانے کے بعد
ابتداءً شیخ الاسلام نے آبادی الہی سے
کنارہ کشتی کو مقیم سمجھا جنکل میں مدویشانہ سکونت اختیار فرمائی۔ اور پلوہو میڑ
اسی قسم کی اور چیزیں جو اس جنگل میں پیدا ہوتی تھیں۔ ان پر قناعت کی غور کرو
کہ دین دنیا کا ایک بادشاہ دنیا اور اسباب دنیا سے بالکل بے پروا ہو کر
خدا کی دی ہوئی قوت لایموت پر قناعت کر کے کس اطمینان قلب کے ساتھ

یاد آتی میں زندگی بسر کرتا ہے اور اس واسطے سے کسی غرض و مطلب کے لئے ذہن
تعلق پسند نہیں کرتا۔

ایک عرصہ تک یہی حالت رہی لیکن پھر صورت حال بدلی اور تدریجاً
فتوحات کا سلسلہ شروع میں ہوا لیکن پہر بھی عسرت شریک حال رہی حضرت
سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ شیخ الاسلام کے ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے
کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام مجلس میں رونق افروز تھے اور ایک صاحب محمد زہبی
کو حاضری خدمت کا شرف حاصل تھا۔ اس اشار میں کھانا لایا گیا۔ اس وقت
کوئی دسترخوان موجود نہیں تھا شیخ الاسلام نے فرمایا زمین ہے پر رکھ دو صفا
موصوف کے جی میں خیال آیا کہ اگر دسترخوان ہوتا تو مناسب تھا شیخ الاسلام
نے اُن کے اس خطہ قلبی پر آگاہی پا کر فوراً ہی دو انگلیوں سے زمیں پر ایک
مربع بنایا اور فرمایا کہ اس کو دسترخوان تصور کر لو۔ خدا کی شان دیکھو کہ جس
بلو شاہ کے دسترخوان سے اہل دنیا کو کونین کی نعمتیں حاصل ہوئیں کبھی ایسا
زمانہ بھی اسپر گزرا ہے جبکہ عسرت حال کی وجہ سے خود اس کے گھر میں
دسترخوان موجود نہیں تھا۔

جب اس حال کو بھی ایک عرصہ گزر گیا تو اس گوشہ نشینی اور غربت کے
باوجود بھی مخلوق کی آمد و شد کا وہ سلسلہ بندھا کہ آپکی بارگاہ کرامت پائینگا
اہل عقیقت کا مرکز آمد بن گئی۔ ہندوگان حق آتے تھے اور درمیانے کرم سے
سیراب ہوتے تھے۔ کوئی سائل نہ تھا جو اس دروازہ سے محروم گیا ہو۔
سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں شیخ الاسلام کا یہ قاعدہ تھا کہ

آدھی رات یا اس کچھ کم یا زیادہ عرصہ تک مجلس میں رونق افروز رہتے اور دولت مند کا دروازہ برابر کھلا رہتا تاہر ترنے والے کو یاریابی کی سادھت حاصل ہو جائے۔
 رفتہ رفتہ نجیب عین کرم کے اس دریا نے ناپید اکناو سے تشنہ کاموں کو عام طور پر آب حیات عطا ہونا شروع ہوا۔ اور اس جود و عطا کی شہرت کا آوازہ آسماں کمال تک پہنچ گیا تو فتوحات و مذورات کا دروازہ کھلا۔ مگر جس بارگاہ سے دین کی دولت تقسیم ہوتی تھی وہاں دنیا کے ساز و سامان اور نقد و جنس کی کیا قیمت ہوتی۔ سلطان المثلث انخ فرماتے ہیں کہ نذر مستوح میں جو کچھ آتا تھا آنے جانے والوں پر تقسیم کر دیا جاتا۔ کوئی شخص ایسا نہیں آیا جسے کچھ نہ ملا ہو۔ پھر آپ کے الطاف و اخلاق کی یہ حالت تھی کہ نئے اور پرانے آنے والے سب پر آپ کی مہربانی اور توجہ یکساں ہوتی تھی۔

سلطان المثلث انخ سے روایت ہے کہ شیخ الاسلام کا انظار صرف ایک پیالہ شربت سے ہوتا تھا جس میں کچھ مویز بھی ڈالا جاتا تھا۔ اس پیالہ میں سے آدھا یا ٹلٹ ٹوآپ حاضرین پر تقسیم فرما دیتے اور تھوڑا سا کبھی اور برتن میں رکھ دیا جاتا تا کہ حاضرین کے علاوہ دوسرے آنیوالوں کو عطا فرمایا جاتا۔ اور ٹلٹ کے قریب خود شیخ الاسلام نوش جان فرماتے تھے بلکہ بعض اوقات اس میں بھی کچھ حصہ کسی کو عنایت فرماتے تھے۔ اسی طرح کہا کیٹلے ناز سے پہلے دو پرانے مجلس میں لائے جاتے اور وہ دونوں ایک سیر سے کچھ کم ہوتے تھے شیخ الاسلام کا قاعدہ تھا کہ اُن دو میں سے ایک پرانے کے ٹکڑے کر کے حاضرین پر تقسیم فرما دیتے تھے اور دوسرا پرانے کا خود

تناول فرماتے اور کبھی کبھی اس میں سے بھی جس کے نصیب میں ہوتا عطا فرماتا
پھر آپ نماز میں مشغول ہوتے بعدہ دسترخوان لگتا اور طرح طرح کے کھانے
چنے جلاتے اور کھلائے جاتے مگر آپ کچھ نہ کھاتے بلکہ جو افطار کے وقت
کھاتے اس پر اکتفا اور قناعت فرماتے

شکر شاہی کا زیار کو حاضر ہونا شیخ الاسلام کا ہستانہ اقدس جب حاتموند
اور سائلوں کا مرکز امید بنا اور آپ کی
شانِ رافت و محرمت عطا پاشی اور گرم ستری کی جانب متوجہ ہوئی تو اس سلسلہ
میں بیشمار خوارقِ عادت کا اظہار بھی ہوا جن کا پھر چار عالم میں پہیلا اور آد
سنکرو و دور سے سائلین حصولِ مُراد و مقصد کے لیے حاضر دربار ہونے لگے۔
صاحبِ پیرالاولیا سلطان المشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سلطان
ناصر الدین اپنے لشکر کو لیکر آوچہ اور ملتان کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور لشکر ایسے
مقام پر پہنچا جہاں سے شیخ الاسلام کا دولت کدہ بہت قریب تھا تو لشکر کے
تمام لوگوں کو شیخ الاسلام کی زیارت کا اشتیاق غالب ہوا۔ اور سب کے سب
اجو دھن پہنچے لشکریوں کے اس ابوہ و اژدہام کی یہ حالت تھی کہ شانہ سے
شانہ چھلتا تھا اور زمین پر تل برابر جگہ ماتی نہیں رہی تھی جب شیخ الاسلام نے
یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو مکان کے گوشے سے اپنے پیراہن مبارک کی آستین
لٹکا دینے کا حکم فرما دیا۔ جو حق جوگ لوگ آتے تھے اور آستین اقدس کو
بوسہ دیتے تھے یہاں تک کہ آستین پارہ پارہ ہو گئی۔ پھر شور مچا کہ شیخ الاسلام
کی زیارت کے طالب ہیں زیارت کے بغیر نہیں جائیں گے۔ آخر شیخ کلام

مسجد میں شریعت لائے اور چاروں طرف سے مریدان خاص نے حلقہ باندھ دیا
سپاہی آتے تھے اور حلقہ سے باہر دور ہی سے سلام عرض کر کے چلے جاتے
تھے۔ اسی اثنائے میں ایک بوڑھا گڑا پڑتا ہوا شتیاق دیارت میں حلقہ کے
قریب پہنچا اور یکبارگی حلقہ میں داخل ہو کر شیخ الاسلام کے قدموں سے لپٹ
گیا۔ شیخ الاسلام نے پائے اقدس کو جیسے ہی کھینچنا چاہا بوڑھے نے عرض کیا
یا شیخ کیا آپ تنگ آ گئے ہیں۔ اللہ کا شکر ادا کیجئے جس نے آپ کو یہ مرتبہ
عطا فرمایا ہے بوڑھے کی زبان سے جب یہ جملہ نکلا۔ شیخ الاسلام قہر
طاری ہو گئی اور آپ نے ایک نعرہ مارا اور بوڑھے پر بہت کچھ شفقت فرمائی

سلطان غیاث الدین جو ابھی بادشاہ
سلطان غیاث الدین کی حاضری نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کو نائب

سلطنت کی حیثیت حاصل تھی اور الغ خاں کے نام سے مشہور تھے یہ بھی سلطان
ناصر الدین کے ہمراہ تھے انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ لشکر خدا کے فضل
سے بہت زیادہ ہے اور جس راستہ سے لشکر شاہی کا گزر ہونے والا
ہے ہمیں پانی کم ملتا ہے اگر حکم ہو تو کچھ نذر اور ہدیہ لیکر شیخ الاسلام
فرید الملک والدین کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کروں
تا کہ ان کی روحانی مدد و شکر شاہی کے ساتھ ہو بادشاہ نے اجازت
دیدئی۔ الغ خاں نے حاضر دربار شریف ہونے کی اجازت حاصل کرنے
کے لئے جو سبب ظاہر کیا تھا یہ صرف ظاہری سبب تھا۔ لیکن ح
حاضری کے واسطے بتیاب تھا وہ صرف اس لئے کثمت و ملیح شاہی کا

مالک میں ہو جاؤں چنانچہ دوبارہ اقدس میں پہنچنے سے پہلے رستہ ہی میں
 یہ سوچتے جا رہے تھے کہ دیکھوں بارگاہ ولایت سے میرے اس آرڈر
 کے متعلق کیا ارشاد ہوتا ہے۔ بالآخر دولت زیارت اور نعمت حضور نبی
 ہوئی اور الخ خاں نے قدس ہو س ہونے کے بعد ہی شیخ الاسلام کے سامنے
 فرمان شاہی اور تھیلیاں رکھ دیں شیخ الاسلام نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے
 عرض کیا تھیلیوں میں روپے ہیں اور اس فرمان میں چار گاہوں نذر کرنے
 کی نسبت حکم شاہی ہے شیخ الاسلام نے تبسم کیا اور فرمایا کہ تھیلیاں یہیں
 رکھ جاؤ تاکہ روپیہ درویشوں پر تقسیم کر دیا جائے اور یہ فرمان واپس لیجاؤ
 اس کے آرزو مند اور بہت گے ہیں۔ الخ خاں کے دل میں پہر خیال آیا کہ
 شیخ الاسلام نے میری بادشاہت کے متعلق کچھ نہیں فرمایا کہ آیا اس
 خیال میں کبھی کامیابی نصیب ہوگی یا نہیں۔ ادھر یہ خیال الخ خاں کے
 دل میں آیا اور ادھر فوراً ہی شیخ الاسلام نے اس خطرہ قلبی پر آگاہی پائی فرمایا
 فریدون نسیخ فرشتہ نبود زعود و زعنبر سرشتہ نبود
 زداد و دہش یافتن نکوئی تو داد و دہش کن فرمیں توئی
 یعنی فریدوں کوئی فرشتہ نہیں تھا بلکہ اس نے محض اپنے داد و دہش
 کی بدولت دولت شاہی پائی اگر تو بھی جو دو عطا سے کام لے گا تو
 تجھ کو بھی فریدوں کی طرح بادشاہت مل سکتی ہے

الخ خاں نے جب شیخ الاسلام کی زبان حق تر جان سے یہ اشعار سنے تو
 اٹھے اور میں بوس ہو کر خوش خوش نصرت ہوئے محبوب الہی فرماتے ہیں کہ

اس واقعہ کے کچھ دن بعد ہی الخ خاں سلطان غیاث الدین ہوئے۔ اور
ملکیت ہندوستان ان کے زیر نگین آگئی

شیر خاں والی ملتان یہ سب کچھ تھا لیکن پہر بھی بعض بد بخت ایسے
ہے جن کی آنکھوں پر غفلت کے پردے

پڑے ہوئے تھے اور وہ اس منظر الہی کے جمال سے محروم اور اس فرد کمال
کے کمال سے ناداقت ہی نہیں بلکہ منکر تھے شیر خاں والی ملتان کا قصہ ہے

کہ اس کو شیخ الاسلام کی جناب میں کوئی عقیدت نہیں تھی۔ اگرچہ منکرین وجود
آفتاب کے انکار سے آفتاب کی روشنی میں کوئی نقصان نہیں ہوتا اور اسی سے

آفتاب اپنے منکرین کی محسوسی کا کبھی ماتم نہیں کرتا۔ لیکن خدا جانے وہ کیا بات
تھی جبکی وجہ سے شیخ الاسلام شیر خاں کی نسبت بارہا یہ شعر فرمایا کرتے تھے۔

افسوس کہ اذ حال منت نیست نجبر آنکہ خبرت شود کہ افسوس خوری

محبوب الہی فرماتے ہیں کہ جس سال شیخ الاسلام کا وصال ہوا اس سال شیر خاں
پر کفار علماء و دہوئے محبوب الہی کے اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیر خاں

اس ہنگامہ میں مارا گیا۔

شمس و میر شاعر کی ایک بار شمس و میر شاعر شیخ الاسلام کی بارگاہ میں

حاضری جیسے قصیدہ کہہ کر حاضر ہوئے اور اجازت طلب

کر کے قصیدہ پڑھا۔ جب یہ قصیدہ پڑھ چکے تو شیخ الاسلام نے بیٹھنے کا

اشارہ فرمایا جب وہ بیٹھ گئے تو شیخ الاسلام نے خاص خاص اشار

کی تعریف فرمائی۔ پھر فرمایا کہ مشائخ شعر کم بنا کرتے ہیں پہر باخصوص

وہ اشعار جو اپنی تعریف میں ہوں۔ محبوب الہیٰ عزما تے ہیں کہ شیخ الاسلام کا اپنی مع کے اشعار سننا اور پھر اپنا ظہار استحسان فرماتا آپ کے کمال کی دلیل روشن ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد شیخ الاسلام نے شاعر سے دریافت فرمایا کہ آخر مختار ا مطلب کیا ہے۔ عرض کیا غسرت کی وجہ سے پریشان ہوں والدہ منیعہ میں انکی خدمت بھی کرتا ہوں شیخ نے فرمایا اچھا جاؤ شکرانہ لاؤ شمس دبیر اٹھے اور پچاس یا کچھ کم و بیش جیل لیکر پھر حاضر ہوئے۔ فرمایا اسے تعسم کرو جب تمام جیل تقسیم ہو چکے تو شیخ الاسلام نے دعائے خیر کی۔

سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ جب شیخ الاسلام کسی سے شکرانہ لانے کی نسبت فرماتے تھے تو وہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو جاتا چنانچہ اس واقعہ کو ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ شمس دبیر سلطان عیث الدین کے بیٹے کے منشی ہو گئے اور دمانہ نے اُن کے ساتھ بہت کچھ موافقت کی لیکن افسوس کہ شمس دبیر نے شیخ الاسلام کی رحلت کے بعد آپ کے اہل بیت اور فرزندان کے ساتھ کوئی سلوک نہیں کیا یہ بھی ممکن ہے کہ شاید انہیں کسی نے فردندان شیخ الاسلام کی نسبت آگاہ نہ کیا ہو۔

سفارش نامہ شیخ الاسلام کی ذات اقدس کو مبذول فرمایا من کی جانب سے وہ جو ا اور فیاض طبیعت عطا ہوئی تھی کہ جو شخص آیا وہ ظاہری اور باطنی مدد لے کر واپس ہوا۔ بہت لوگ ایسے بھی تھے جو ظاہری تدبیر کو دنیا کی عزت کا بہت بڑا سبب سمجھتے تھے۔ چنانچہ کثرت کے ساتھ ایسے حاکم مند بھی آئے جو شیخ الاسلام کی شہرت کمال سے واقف ہوتے تھے

اور یہی جانتے تھے کہ بادشاہ اور حکام کو اس بارگاہ عالمینہ کے ساتھ نیاز مند کا شرف حاصل ہے۔ اس لئے وہ اپنی دنیاوی آرد و کوپور کرنے کے لیے بادشاہ یا حکام کے نام شیخ الاسلام سے سفارش نامہ لکھوا کر بجاتے اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے۔ ایک بار ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ سلطان غیاث الدین بلبن کو سفارش نامہ تحریر فرما دیجئے پس جو سفارش نامہ شیخ الاسلام نے تحریر فرمایا۔ اس کی عبارت یہ تھی۔

رفعت قصته الى الله ثم اس کا حال میں پہلے اپنے خدا کے سامنے پھر
 اذلت فان اعطيت شيئا تمہارے روبرو پیش کرتا ہوں اب اگر تم نے
 فالعطي هو الله وانت اس شخص کو کچھ دیا تو دینے والا اصل میں خدا ہے
 المشكور وان لم تعطه لیکن شکر تمہارا ہی کیا جائیگا۔ اور اگر تم نے اسی کچھ
 شيئا فالمنان هو الله نہیں دیا تو روکنے والا اصل میں خدا ہے اور
 وانت المعذور تم معذور ہو

ایک بار شیخ المسلمین سخت علیل ہوئے۔ اور بشتا بالکل
 عفو تجمل ساقط ہو گئی کئی دن تک آپ نے نہ کچھ کھا یا نہ پیا۔
 فرزندان اور اہل قربت سخت پریشان تھے آخر طبیب کو بلوایا گیا طبیب نے بنض
 دیکھ کر کہا کہ حضرت کو کوئی مرض نہیں ہے علاج کیسے کیا جائے طبیب یہ کہہ کر
 لوٹ گیا۔ لیکن بیماری برابر برپا رہتی جاتی تھی شیخ الاسلام نے خاص خاص
 نیاز مندوں کو بلوایا۔ کتاب خیر المجالس کی مجلس شہداء و عجم کے مطالعہ سے
 معلوم ہوتا ہے کہ انہی دنوں میں حضور محبوب الہی دہلی سے حاضر خدمت ہوئے

چنانچہ آپ کو بلوایا گیا جب سب مریدان بااخلاص حاضر خدمت ہوئے تو ارشاد ہوا کہ تم سب جاگہ مراقبہ میں مشغول ہو جاؤ اور پروردگار سے دعا کرو کہ مجھے صحت ہو جائے۔ سب نے اسی رات مراقبہ کیا شیخ الاسلام کے فرزند رشید مولانا بدرالدین سلیمان نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اُن سے کہتا ہے مہتار باپ پر جادو کیا گیا ہے اُنہوں نے پوچھا کس نے جادو کیا ہے کہا کہ جادوگر شہاب کے لڑکے نے پوچھا اُس کا ازالہ کیسے ہوگا کہا شہاب ساحر کی گور کے سر ہانے بیٹھ کر کوئی شخص یہ عبارت پڑھے

ایہا المقبور المبتلیٰ علمہ لے قبر لے بتلایہ جان لے کہ تیرے بیٹھنے
 اِنَّ ابْنَكَ قد سحر دا ذی جادو کیا ہے اور تکلیف پہنچائی ہے پس اُس
 قل لہ لیکف باسہ عنا د کہہ دے کہ وہ ہماری طرف اس تکلیف کو
 لا الحق بہ ما الحق بنا روک لے ورنہ جو تکلیف ہم کو پہنچ رہی ہو اُس

لاحق ہوگی

جب صبح ہوئی مولانا بدرالدین سلیمان کو یہ عبارت یاد تھی آپ نے شیخ الاسلام کینجاب میں رات کے خواب کا قصہ عرض کیا۔ فرمایا مولانا نظام الدین کو بلاؤ سلطان المشائخ حاضر ہوئے ارشاد ہوا کہ یہ عبارت یاد کر کے شہاب کی قبر کے سر ہانے جا کر پڑھو۔ آپ نے عبارت خوب یاد کرنی پہر قبرستان کی طرف روانہ ہوئے شہاب اجداد میں ہی کارہنہ والا تھا اور فن سحر میں مہارت کامل رکھتا تھا دریافت کرنے پر اُسکی قبر کا بتہ مل گیا۔ محبوب الہی سر ہانے بیٹھ کر وہی کلمات پڑھنے لگے۔ سلطان المشائخ نے خواجہ نصیر الدین ہلوی رواجہ قرآن

کہ شہاب کی قبر کا چبوترہ بچستہ بنا ہوا تھا مگر سرمانے سے تھوڑی جگہ پر پٹی پڑی تھی
 ہتی حسن اتفاق سے محبوب الہی کا دست مبارک اسی جگہ پر پڑا۔ اور مٹی الگ سے لگی
 آپ نے اور کریدنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک گرمسا ہو گیا سلطان امشائے نے
 خیال نہ کیا کہ شاید چبوترہ خام ہے اور اوپر چوڑے غرض گرہا زیادہ ہو گیا۔
 اپنے ہاتھ ڈال کر دیکھا تو ایک پوٹلی ہاتھ آئی کھا کر دیکھا تو ایک مورت ماش کے
 آنے کی بنی ہوئی تھی اور بہت سی سوئیاں اس میں چھپی ہوئی تھیں گہوڑے کی دم
 کے بال اوپر لپٹے ہوئے تھے سلطان امشائے نے جب یہ ملاحظہ فرمایا تو فوراً
 اسے لیکر شیخ الاسلام کو خدمت میں حاضر ہوئے ارشاد ہوا کہ ایک ایک سوئی
 نکالو جیسے جیسے سوئیاں نکالی جاتی ہتھیں سرعت کے ساتھ بیماریاں نکلتی
 جاتی تھیں۔ تھوڑی دیر میں سب سوئیاں نکال لیں اور مورت کو ٹوڑ کر پانی میں
 ڈال دیا۔ اور شیخ الاسلام کو صحت حاصل ہو گئی۔

فوائد النوائد جلد چہارم کی مجلس ہشتی و ششم میں حضور محبوب الہی جو روایت
 ہے کہ والی اجداد میں کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے کھلا ہیجا کہ اگر آپ
 فرمائیں تو اس گروہ کو منرا دیجئے جس نے ایسا کیا ہو لیکن شیخ الاسلام نے باوجود علم
 حال ہو جواب میں مایا کہ مینے من لوگوں کو معاف کیا تم بھی ان سے گذر کرو۔

بدی را بدی ہل باشد جسرا

اگر مردی حسن الی من ہا

اسی طرح شیخ الاسلام کی شانِ حضور و نقل کا اظہار اس واقعہ سے ہوتا ہے
 کہ مجلس مبارک میں ایک بار ایک پیر مرد اپنے بیٹے کے ساتھ حاضر ہوا۔

شیخ الاسلام نے جب پیر مرد کو نہیں پہچانا تو پیر مرد یاد دہانی کے طور پر عرض کیا کہ ایک مرتبہ میں حضرت قطب الاقطاب قطب الملت والدین کچھ مدت میں حاضر ہوا تھا تو میں نے آپ کو وہاں دیکھا تھا۔ یہ سن کر شیخ الاسلام نے اُسے پہچان لیا۔ اسی اشار میں اُس بوڑھے کا بیٹا شیخ الاسلام سے کسی مسئلہ میں حجت کرنے لگا۔ شیخ الاسلام ہر چند نرمی اور ملائمت سے جواب دیتے تھے لیکن وہ شوخ اور گستاخ سخن پر درمی کے نشہ میں عداوت کے باہر ہو کر بے باکانہ گفتگو کرنے لگا یہاں تک کہ شیخ الاسلام کی آواز مبارک یہی کہ سید پر بلند ہو گئی۔ محبوب ابھی فرماتے ہیں کہ اس وقت میں اور شیخ الاسلام کے فرزند رشید مولنا شہاب الدین دونوں دروازہ کے باہر بیٹھے ہوئے تھے جب شیخ الاسلام کی آواز مبارک اور لڑکے کا گستاخانہ شور ہمارے کانوں میں پہنچا تو دونوں کے دونوں اندر آئے اور مولنا شہاب الدین نے اتنے ہی ایک دھپ رسید کیا دھپ کھاتے ہی لڑکے کے حواس جاتے رہے اور وہ اٹھ کر اُن سے گریباں گیر ہو چاہتا تھا کہ میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے صلح کر دیا۔ اب شیخ الاسلام کی ذات سراپا رحمت کی شان خطائشی کے قربان ہونا چاہیے ارشاد ہوتا ہے کہ آپس میں صفائی کر لیا مناسب ہے۔ چنانچہ تعمیل ارشاد میں مولنا شہاب الدین گئے اور کچھ نعت دی لاکر دونوں باپ بیٹوں کو دی اور وہ دونوں خوش ہوتے ہوئے چلے گئے۔ الحق

دوستاں را کجا کنی مہرم

تو کہ باوگرا نظر سرداری

شان کرم محبوب الہی فرماتے ہیں کہ اجدوہن میں ایک عامل تھا لیکن
 وپوکرش پذیر تھا والی اجدوہن سے بیزار تھا اس لئے کہ والی اجدوہن
 کے خیالات اس کی جانب سے اچھے نہیں تھے بلکہ وہ ہمیشہ عامل کو ستاتا رہتا
 تھا ایک باریبی عامل خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور شیخ الاسلام کو سفارش
 کی درخواست کی اپنے ایک آدمی والی اجدوہن کے پاس بھیجا۔ اور زبانی
 سفارش کر دی اتفاقاً والی اجدوہن کسی کام میں مصروف تھا شیخ الاسلام کے
 آدمی کی جانب کچھ توجہ نہیں کی آدمی واپس آیا اور سارا ماجہ بیان کر دیا۔
 شیخ الاسلام نے عامل سے فرمایا کہ میں نے تمہارے حاکم کو کہلا بھیجا تھا لیکن
 اس نے کوئی مشنوائی نہیں کی معلوم ہوتا ہے کہ ابھی وقت نہیں آیا ہے۔ یا ایسا
 ہوا ہے کہ تم سے بھی کسی نے کوئی سفارش کی ہوگی اور تم نے بھی نہ سنی ہوگی
 عامل چلا گیا۔ تھوڑے دن کے بعد والی اجدوہن حاضر خدمت ہوا۔ اور معذرت
 کرنے لگا کہ آپ کا آدمی آیا تھا لیکن میں منسلک کام میں مصروف تھا اور
 مجبور تھا کہ آدمی سے مل سکوں معاف فرمائیے شیخ الاسلام نے خندہ پیشانی
 کے ساتھ معذرت قبول فرمائی۔

اسی طرح شیخ الاسلام کے ایک نواسے تھے محمد نام تھا لیکن سب ان کو
 من کہا کرتے تھے۔ ایک گانوں میں رہتے تھے۔ محبوب الہی فرماتے ہیں کہ
 ایک مرتبہ ان کی نسبت شیخ الاسلام کی جناب میں لوگوں نے عرض کیا کہ وہ
 شراب پیتے ہیں قصہ مختصر یہ ہے کہ جب وہ شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر
 ہوئے تو شیخ الاسلام نے پوچھا کہ کیا تم شراب پیتے ہو انہوں نے عرض کیا

کہ حضور میں نے تو شراب کی عورت بھی نہیں دیکھی کہنے والے نے آپؐ بالکل غلط
 کہا ہے شیخ الاسلام کی شانِ غزوہ کیونسیہ یا کہ ایسا ہی ہو گا تم سچ کہتے ہو لوگ
 جھوٹ کہتے ہوں گے۔ اس کے بعد حسب دستور آپؐ اُسے گفتگو میں مشغول ہوئے
بخشش عطا ایک مرتبہ حاکمِ مغان وادچہ نے اپنے پیش امام مولانا مار
 ۱۰ حجی کے ماتہ کچھ نقدی بھیجی کہ تم دہلی جا رہے ہو رستہ میں
 اجدہن قصبہ میں ٹھہرنا اور شیخ الاسلام سید الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر
 قد بوسہ کے بعد یہ دو سو روپیہ میری طرف سے نذر کر دینا۔ مولانا عارف جب
 اجدہن کے قریب پہنچے ان کے دلیں خیال آیا کہ حاکم نے نہ تو رقم بھیجا ہے
 جس میں روپیہ کی کوئی صراحت ہو نہ شیخ الاسلام سے رسید لکھوانے کیلئے
 حکم دیا ہے جس سے روپیہ کی تعداد کا علم ہو سکے ظاہر ہے کہ صرف مجھ پر
 اعتبار کیا گیا ہے اب اگر میں انہیں نصف رقم شیخ کو نذر دوں اور نصف
 اپنے صرف میں لاؤں تو کون دیکھنے والا ہے اور حاکم کو میری اس نیت
 کا کیسے علم ہو سکتا ہے۔ یہ سوچ کر مولانا سو روپیہ اپنی جیب میں ڈالے
 اور سو روپیہ شیخ الاسلام کے جناب میں نذر پیش کر دیئے شیخ الاسلام نے
 نذر قبول نہ فرمائی اور پیر مسکرا کر فرمایا کہ مولانا عارف تمہنے برادر ہی کا
 حق بہت صحیح طور پر ادا کیا کہ نذر کی رقم کے دو حصے کر لئے مولانا عارف غیرت
 زمین میں گر گئے بالآخر دہلی زبان سے بولے کہ اس مولانا نے منسوب کی
 ہمت اہل سلوک کی ہمت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ یہ عرض کر کے وہ سو روپے
 بھی جیب سے نکال کر سامنے رکھ دیئے آپؐ فرمایا یہ تمہیں کو دیتے تاکہ اس سادانہ

تعلق میں نقصان نہ واقع ہو۔ مولانا عارف یہ کرم اور کرامت دیکھ کر فوراً بیعت ہو گئے اور اپنے پاس کے نقد و بنس کو درویشوں پر ایثار کر دیا۔

درویشوں کی خدمت جہاں شیخ الاسلام کی طلعت میں عفو و تحمل و رفاقت و ہمدردی جو دو کرم کی تہمتیں موجود تھیں وہاں مردانِ خدا کی خدمت کا خیال بھی آپ کو ہمیشہ رہتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ شہر کی جامع مسجد میں ایک صاحبِ دل درویش کو دیکھا کہ فاقہ سے ہیں شیخ الاسلام فوراً گہر تشریف لائے۔ اتفاق سے اس روز مکان میں صرف تھوڑی سی جوار کے سلاے اور کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ اُسی جوار کو آپ نے خود پیسا بہر ایک سو فی تیار کی۔ اور لاکھ درویش کے سامنے رکھ دی۔ وہ درویش بہت خوش ہوئے اور دل سے دعائیں دیتے رہے۔

استغراق شیخ الاسلام کے استغراق و مشغومیت کی عجبتِالت تھی سلطنتِ عثمانیہ کے املاک فرماتے ہیں کہ شیخ نظام الدین شیخ الاسلام کے چھوٹے صاحبزادے تھے اور حضرت شیخ ان سے بہت محبت فرماتے تھے ان کی شوقیوں کا بھی خیال نہیں فرماتے بلکہ ہنستے تھے جب شیخ نظام الدین ایک لشکر میں ملازم ہو گئے۔ تو ایک بار ایک شخص کی جانبی آنہوں نے شیخ الاسلام کی خدمت میں سلام کیا و کہلا بھیجا۔ جب وہ شخص خدمتِ شیخ میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا کہ مخدوم زادہ نظام الدین نے حضرت کی خدمت میں سلام کیا عرض کیا ہے شیخ الاسلام نے نہیں پہچانا۔ پوچھا کہ کس نے سلام کیا اس نے پہر وہی الفاظ کہے مگر شیخ الاسلام نے پہر بھی نہیں پہچانا۔

دیجیو یہ وہی نظام الدین ہیں خبی ناز بردار شیخ الاسلام نے ہمیشہ فرمائی
تھے کہ اپنا جانشین وارث خاص اور نائب و خلیفہ مجاز بھی اپنی نظام الدین
کو بنانا چاہتے تھے۔ مگر محبوبہ عتیقی کی یاد میں آپ کو اس قدر شفقت
و اہتمام تھا کہ ایسے محبوب فرزند کو بھی نہ پہچان سکے۔

صبر و رضا ایک مرتبہ حرم محترم نے عرض کیا کہ فلاں فرزند رشید بیہوک کچھ
سے ہلاک ہو گیا آپ نے فرمایا بیچارہ مسعود چہ تو اس کو روک دینی
بیچارہ مسعود کیا کر سکتا ہے۔ اگر مشیت الہی یہی ہے تو پاؤں میں رسی باندھ کر
باہر ڈال دو۔ اللہ کبیر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے استقلال کے مقابل میں
گویا مصائب و تکالیف کی کوئی حقیقت ہی نہیں تھی اور رسی کا نام رونا ہے
جو صبر سے بدرجہا اعلیٰ مقام ہے۔

اظہار حق اور کتمان کبریت فوائد افواد جلد چہارم کی ایک مجلس میں مرقوم
ہے کہ ایک بار شیخ الاسلام کے بلادِ خورد
بخشب الدین متوکل نے شیخ الاسلام سے دریافت کیا کہ لوگ ایسا کہتے ہیں کہ
جب آپ نماز پڑھتے ہیں اور پیر آپ کہتے ہیں کہ یارب تو لبیک بعدی
کی ندا سنتے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ پہرہ انہوں نے پوچھا کہ لوگوں کا یہ بھی خیال
ہے کہ حضرت خضرؑ آپ کے پاس آتے جاتے ہیں فرمایا نہیں۔ اس کے بعد
انہوں نے سوال کیا کہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مروان غیب آپ کے پاس
آمد و سفر رکھتے ہیں شیخ الاسلام نے اس کی نفی نہیں فرمائی مگر یہ فرمایا
کہ تم بھی تو ابدال میں سے ہو۔ معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام کے پاس ابدال ضرور

آتے جاتے تھے جس کا اقرار آپؐ کس عمدہ پیرہ میں فرمایا ہے۔ اور پہلے دو سو لاکھ
 انکاری جواب میں آپؐ نے قرہ برابر تامل نہیں فرمایا اور انہما حق کی یہ ایک ٹی ٹی
 شیخ الاسلام و المسلمین کو سماع سننے کا یہ رشوق تھا۔ آپؐ کے آوازہ
 کمال اور شہسفر جو دو کرم کا چرچہ سن کر عقیدت و ارادت میں
 لئے ہوئے دُور دور کے قوال آتے تھے اور مجلس سماع گرم ہوتی تھی۔ سلطان الشائع
 سے روایت ہے کہ ایک دفعہ شیخ الاسلام کو سماع سننے کا خیال ہوا اور مجلس میں
 کوئی گمانے والا موجود نہیں تھا۔ آپؐ نے مولانا بدر الدین اسمعیلی کو حکم دیا کہ قاضی
 حمید الدین ناگوری نے جو خط بھیجا ہے لے آؤ۔ مولانا نے ایسے بہت سے رقم
 ایک ہنسی سرلیٹ میں جمع کر رکھے تھے۔ خرلیٹ میں جیسے ہی ہاتھ ڈالا تو کئی تو
 مطلوب ہاتھ آیا۔ بدر الدین اسمعیلی خط لیس کر فوراً ہی خدمت میں حاضر ہوئے
 ارشاد ہوا کہڑے ہو جاؤ اور پڑھو انہوں نے تعمیل ارشاد میں پڑھنا شروع کیا۔
 امیں لکھا تھا

فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندہ دریاں بہت داز سر ویدہ
 خاکِ قدم ایشان۔

شیخ الاسلام نے ابھی صفت استقدار سنا تھا کہ آپؐ پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی
 اسکے بعد ہی شیخ الاسلام نے یہ رباعی فرمائی۔

اس عقل کجا کہ در کمال تو رسد دامن روح کجا کہ در جمال تو رسد

گیرم کہ تو راہ برگزینی ز جمال آن دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

سچ ہے کہ اہلِ دق مرزا ان خدا کا جسد و حال صرف ایک سماع ہی پر موقوف نہیں ہے

بلکہ پیور کے نغسے پہلوؤں کی محک پر وائوں کا سوز شمع کا گداز تاروں کی چمک
چاند سورج کی دمک، دریا کی روانی موجوں کا اضطراب۔ پہاڑوں کا سکون
درختوں کی استقامت شاخوں کا قفس۔ صبح کا سماں۔ شام کا منظر۔ غرض عالم
کائنات کو ہر ذرہ کا مشاہدہ ان کے سامنے محبوب حقیقی کے جلال عالم آرا کا ایک
صبح مظاہرہ ہے اور جسے دیکھنے کے بعد ان کے دلیں ترپ ان کی آنکھوں میں
آنسو اور ان کی روع میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اسی حالت کا نام وجود
کیفیت ہے اور ایسے ہی اصحاب حال سماع سننے کے سبب زیادہ جائز خدا دین
لیکن پہر بھی بعض لوگ شیخ الاسلام کی مجلس سماع کے مخالف تھے اور وہ چاہتے
تھے کہ دنیا سے اس سم سوز و گداز کا خاتمہ کر دیا جائے۔ وہ نہیں جانتے تھے
کہ سماع کی شخصیت کیا ہے۔ انہیں اسکی خبر نہیں تھی کہ شیخ الاسلام کے لئے
سماع عین جواز کے حکم میں داخل ہے۔ قاضی ابو دھن کا یہ حال تھا کہ وہ آئے دن
مسئلہ سماع میں شیخ الاسلام سے الجھتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ صرف اس لئے
مٹان گیا کہ وہاں کے علمائے شیخ الاسلام کے خلاف فتویٰ چل کرے۔ مگر
جب یہ مٹان پہنچا اور اسنے وہاں کے آئمہ و صدور سے کہا کہ کیا یہ جائز ہو سکتا ہے
کہ ایک شخص مسجد میں بیٹھ کر سماع سنے اور کبھی کبھی اس مجلس میں رقص بھی ہو۔ آئمہ
اور صدور نے پوچھا کہ آخر وہ کون شخص ہے۔ کہا شیخ فرید الدین۔ وہ سب کسب
بوسے ہم ان کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتے۔ خدا ان علماء کی تربتوں پر رحمت
نازل فرمائے کہ انہوں نے سماع کی ملت حرمست پر فتویٰ دینے سے پہلے
یہ پوچھا کہ سننے والا کون ہے۔

سماع اسے برادر بگویم کہ چیست
مگر مستمع را بدانم کہ کیست

تاکہ اسکی اہلیت اور نا اہلیت معلوم کر کے سماع کے جواز و عدم جواز کے متعلق
کچھ کہا جاسکے چنانچہ دیکھو سرہنے کیسا معقول جواب دیا کہ قاضی اجمودھن کو نا کام واپس
ہونا پڑا۔

ایک کیفیت سلطان المشائخ سے کتاب فوائد القواد میں یہ روایت ہے
کہ ایک مرتبہ دن پہنچ اسلام اشعر کو پڑھتے رہے
نظامی اینچہ اسرار است کز خاطر عیاں کردی
کے سترش نمیداند زبان درکش درکش

جب نام ہوئی تو انظار کے وقت بھی آپ نے اس شعر کی تکرار فرمائی اس حرکت
ہوا۔ تو اس وقت بھی یہی شعر در زبان مبارک تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس شعر کی
تکرار کے وقت ہر مرتبہ آپ پر ایک نیا حال طاری ہو جاتا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ جس طرح اہل دل شعرا کی قلم سے ایک نام طالت میں کوئی اسماعی
شعر نکل جاتا ہے۔ اور وہ اس شعر پر وجد کرنے لگتے ہیں اس طرح مردان حق بھی
کسی خاص کیفیت میں کسی شعر سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں کہ اس کا اعادہ ہر بار انہیں
ایک دوسرا رنگ پیدا کر دیتا ہے۔

اتہام شیخ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ الاسلام کو یہ کہتے
سوئے سنا ہے کہ میں نے اپنی ساری عمر صرف ایک مرتبہ
اپنے پیرومرشد حضرت قطب الاقطاب کی جناب میں جسرات کی ہے اور

وہ یہ کہ ایک دفعہ میں نے حضرت شیخ سے ایک چلہ کی اجازت چاہی ارشاد ہوا کہ کچھ حاجت نہیں ہے اس لئے کہ اس سے شہرت پیدا ہوتی ہے اور اپنے اسلام کا طےریقہ نہیں ہے۔ میں نے جواب میں عرض کیا کہ اس سند دی بارگاہ کی نیت شہرت حاصل کرنے کی نہیں ہے۔ حضرت شیخ خاموش ہو گئے۔

پنابچہ جب کبھی شیخ الاسلام کو یہ واقعہ یاد آتا آپ بہت پچھتاتے تھے اور استفادہ پڑھا کرتے تھے اور تمام علم آپ کو اس کا رنج و افسوس رہا کہ آخر پیر و مرید کی جناب میں اس قسم دلیری اور جسارت کیوں ہوئی۔

مریدوں کی عقیدت بارگاہ شیخ الاسلام کے نیاز مندوں کو شیخ الاسلام کی ذات گرامی صفات کے ساتھ عقیدت و نیاز شیخ الاسلام کی جناب میں

کم پیش کر سکتی ہے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار پیر و مرشد کی مجلس میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ شیخ الاسلام کی ڈاڑھی کا بال گر کر آپ کی گود میں آ گیا ہے۔ میں نے درخواست کی کہ اگر محمد دوم عالم یہ بال اس نیاز مند کو مرحمت فرمائیں۔ ثواب دی تعویذ بنا کر رکھیگا۔ آپ نے فرمایا کہ لے لو میں نے عزت اللہ سے تم کو کیا تم اسے لیکر کپڑے میں لپیٹ لیا اور اپنے ساتھ لے لیا۔

اسی موقعے مبارک کی نسبت محبوب الہی سے روایت ہے کہ جو بیمار سلطان المشائخ کی خدمت میں تعویذ لینے کے لئے آتا آپ اس کو بھی مومے مبارک عنایت فرمادیتے وہ چند روز اپنے پاس رکھتا اور جب اچھا ہو جاتا تو واپس دیکھا تا بغرض سینکڑوں بیمار اسی مومے مبارک کی برکت سے

اسپتھ ہو گئے۔ ایک نسلطانی المشائخ کے ایک دوست تاج الدین مینائی کا لڑکا بیمار ہوا وہ سلطان المشائخ سے تعویذ مانگنے کے لئے آئے سلطان المشائخ نے مکان کے تمام طاقوں میں دیکھا لیکن موئے مبارک نہیں ملا۔ آخر تاج الدین مینائی نامراد ہو کر چلے گئے اور ان کا بچہ اسی بیماری میں فوت ہو گیا۔

کچھ دن کے بعد ہر ایک شخص تعویذ مانگنے کے لئے آیا، سلطان المشائخ نے موئے مبارک کو تلاش کیا تو اسی طاق میں پایا جس طاق میں رکھا ہوا تھا محبوب الہی فرماتے ہیں کہ تاج الدین مینائی کے بچے کی زندگی اصل میں ختم ہو چکی تھی اس لئے موئے مبارک غائب ہو گیا تھا۔

اسی طرح مشیخ الاسلام حضرت قطب الاقطاب کی رحلت کے کچھ روز بعد مولوی انسور دہلی ہوئے اور قصر خلافت ریہ تن فرما کے قطب الاقطاب کے دولت خانہ میں اقامت فرما ہوئے۔ اہل دہلی پہنچ کر صرف تین روز ہوئے تھے کہ سربراہ کا نام ایک شخص ہانسی سے دہلی آئے اور ہر چہ کوشش کی کہ مکان میں داخل ہو کر شیخ الاسلام کے دیدار پر انوار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں لیکن دربان نے انہیں مکان میں جانے نہیں دیا۔ ان کی یہ حالت کہ جیسے جیسے ان کو روکا جاتا تھا ان کی سمیت لڑی بڑھتی جاتی تھی سگر بیچارے کیا کرتے۔ مجبور ہو کر دروازے کے باہر بیٹھ گئے۔ آخر ایک دن شیخ الاسلام نے مکان کے باہر قدم نہ نہ فرمایا۔ وہ یہ دیکھتے ہی قہقہوں سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگے سو من کیا کہ جب آپ ہانسی میں تھے تو آپ کے حال حالنا ہے آنکھیں آسانی کے ساتھ روشن ہو جاتی تھیں اب یہاں آکر آپ کا دیدار اپنی شان

ہو گیا۔ یہ تو ایک فساد کا جوش عینیت اور غلبہ محبت تھا کہ ایک شیخ اسلام کی شانِ رافت و شفقت ملاحظہ کیجئے کہ آپ نے اپنے اُبیوت کی ہانسی کا ارادہ نہ لیا بلکہ عرض کرنے والوں نے عرض کیا کہ آپ کا وجود اقدس پسِ فرمودہ کا قانق مقام ہے اور پیر مرشد نے آپ کو یہ مقام عطا فرمایا ہے پھر آپ دوسرے مقام کا عزم کیے فرماتے ہیں سرایا شیخ نے جو نعمت عطا فرمائی ہے جنگل میں بھی وہی نعمت ہے اور بستی میں بھی وہی نعمت بالآخر آپ ہانسی تشریف لے گئے۔

اسی طرح ایک واقعہ ہے کہ شیخ الاسلام نے اپنے ایک حرمید علی نامی شخص کو رخصت فرمایا۔ اور وہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ قصبہ جودھن سے باہر نکلے کچھ کھجور چل کر ساتھیوں نے ایک مقام پر منزل کی علی واپس احمد من آگئے اور شیخ کچھ مدتیں حاضر ہو گئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا ہم نے تو تمہیں رخصت کر دیا تھا پھر تم کیوں آئے علی نے عرض کیا راستہ میں لوگوں نے قیام کیا میں سوچا کہ اتنی دیر میں مخدوم ہی کچھ مدتیں نہ ہونگا آخر علی رخصت ہو گئے اور اپنے ساتھیوں سے مل گئے کچھ دور چل کر ساتھیوں نے پھر قیام کیا یہ پیر شیخ کی خدمت میں حاضر ہو گئے پیر شیخ نے دریافت کیا اور انہوں نے فہمی جواب دیا۔ اور کچھ دیر خدمت میں رہ کر پھر رخصت ہو گئے۔ اور اپنے ساتھیوں سے مل گئے پھر ساتھیوں نے ایک مقام پر آرام لینے کے لیے رخت سفر کھولا۔ یہ پیر شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس دن شیخ الاسلام نے دو روٹیاں منگوائیں اور علی کو عنایت فرما کر رخصت کیا اس مرتبہ علی رخصت ہو نیکے بعد پھر نہیں آئے۔ ایک چاہی محمد شاہ نامی شیخ الاسلام کے سلسلہ ارادہ میں داخل تھے

ان کا عجیب حال تھا محبوب الہی فرماتے ہیں کہ یہ جب کسی کام کا ارادہ کرتے
شیخ الاسلام کو خواب میں دیکھتے آپ جس ہمت سے شیخ الاسلام کو خواب میں
دیکھتے خواب کی ویسی تعبیر سمجھ لیتے۔ ایک مرتبہ ان کا ارادہ ہندوستان
جانے کا ہمارا کو پیر و مرشد کی زیارت سے مشرف ہونے دیکھا
کہ آپ اجداد من شریف لیجاتے ہیں محمد شاہ جب بیدار ہوئے۔
انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے بھی اجداد من میں پہنچنا چاہیئے۔ چنانچہ
ہندوستان کا ارادہ فسخ کر کے اجداد من کی راہ اختیار کی رستہ میں نہایت
آرام پایا۔ یہ تو محمد شاہ کی محبت و عقیدت تھی کہ ہر موقعہ پر زیارت پیرو
سے فیضیاب ہوتے تھے۔ لیکن یہ شیخ الاسلام کا لطف و کرم تھا کہ ہمیشہ
ان کی راحت و آسائش کا خیال فرماتے تھے۔

لطیفہ شیخ الاسلام کے مریدان یا اخلاص کے حلقہ میں ایک شخص
یوسف نامی بھی شامل تھے ایک روز تیور بدل کر عرض
کرنے لگے آخر یہ کیا بات ہے دنیا ہے کہ آتی اور اپنی منہ مانگی مرادیں
لے کر جاتی ہے حالانکہ سب سے پہلے میں مقدار تھا لیکن اگر کوئی محروم ہے
تو صرف یہی نیاز مند ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا بھائی اس میں کیا قصور
تمہاری قابلیت اور استعداد کی کمی کا قصور ہے ورنہ میں نے تو ہمیشہ
چاہا کہ تم کچھ حاصل کرو۔ شیخ الاسلام ابھی ہی فرما رہے تھے کہ اتفاق سے آپ کی
نگاہ ایک کس بچے پر پڑی آپ نے فوراً اسے بلایا اس نے اینٹوں کا ایک ٹھیر
لگا ہوا تھا اسکی جانب اشارہ کر کے لڑکے سے فرمایا کہ اس انبار میں ایک اینٹ

ہمارے لیے لے آؤ پھر گیا اور ایک سالم اینٹ اٹھالایا۔ آپ نے ہر حاضرین مجلس میں سے ایک اور شخص کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ ایک اینٹ ان کے واسطے بھی لے آؤ پھر پھر گیا اور ایک سالم اینٹ پھر لے آیا۔ شیخ الاسلام نے پھر یوسف کی جانب اشارہ فرما کر ارشاد کیا کہ اب ایک اینٹ ان کے لیے بھی لاؤ۔ لڑکا گیا اور ایک ٹوٹی پھوٹی اینٹ لا کر ان کے ہاتھ میں دے دی شیخ الاسلام نے فرمایا دیکھا کیا میں نے اس بچے سے بھی کہہ دیا تھا کہ ان کے لیے سالم اینٹ نہ لانا بلکہ ٹوٹی پھوٹی اینٹ لانا۔ یوسف غیرت چپ ہو گئے۔

مالک اور آقا کی عظمت مرتبت اور حقیقت و امامت کے
مولانا بدیع الدین نقوش کا اس کے حلقہ بگوش نیاز مندوں کے دل و پیر
 قائم ہونا کوئی تعجب خیر امر نہیں ہے لیکن شیخ الاسلام کی فوج شان کو
 ملاحظہ کرو کہ مریدین و معتقدین کو آپ کی ذات قدسی صفات کے ساتھ
 عقیدت و نیاز مندی کا جو تعلق تھا وہ تھا لیکن اس کے علاوہ شیخ الاسلام کے برادران طریقت
 اور معاصرین بھی اسی نوع کی محبت و عقیدت کا دل سے اظہار کرتے تھے واللہ مخفی
 برحمتہ من یشاء چنانچہ شیخ الاسلام کے برادر طریقت حضرت مولانا بدر الدین غفرلہ
 نے شیخ الاسلام کی خدمت میں ایک عریضہ نیاز ارسال کیا۔ اور اس مکتوب کے
 آخر میں شیخ الاسلام کی طرح کے کچھ اشعار بھی حوالہ قلم فرمائے سلطان المثل شیخ
 کو صرف یہ دو شعر یاد رہ گئے۔

دینا خاطر مگر جی بودے بحدش کر دے گو ہر فغانی
 فرمودین دولت یار مہتر کہ بادش در کما مت نہ گانی

اجمیر شریف کی یہ حکایت نقل و روایت کے مدارج طے کرتے ہوئے مرتبہ
 حاضری شہرت تک پہنچ چکی ہے کہ شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین
 حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے ہیں چنانچہ کتب
 جواہر سریدی اور اس کے علاوہ دوسری بعض کتب میں مرقوم ہے کہ
 شیخ الاسلام کئی بار اجمیر شریف رونق افروز ہوئے ہیں۔ اور بیشمار بکتیں
 اور سعادتیں حاصل فرمائیے کے بعد واپسی عمل میں آئی ہے۔ اب یہ نہیں
 معلوم کہ کس سن میں کس مقام سے سفر فرما کر اجمیر شریف میں درود فرمایا۔
 جس زمانہ میں شیخ الاسلام اجمیر شریف پہنچے اس وقت سلطان الاولیاء
 حضرت غریب نواز کو دنیا سے وصال فرما کر کچھ سال سے زیادہ عرصہ نہیں ہوا
 تھا۔ اس وقت جو خطہ زمین اجمیر شریف کے نام سے موسوم ہے اس کی
 آبادی ایک گاؤں سے ہرگز زیادہ نہیں تھی۔ مزار اقدس ایک حجرہ میں تھا
 اور حجرہ کے گرد اگر کچھ میدان چھوڑ کر زقوم کے درخت حد بندی کے ہوئے
 کھڑے ہوئے تھے اس قدر تھی چھار دیواری سے باہر شرقی جانب
 فیضان خاص خدام درگاہ کے رہنے کی کچھ جوہڑیاں تھیں جن کا مشغلہ
 شب و روز خدمت مزار پرانوار اور زراعت و کاشتکاری کے سوائے اور
 کچھ نہیں تھا۔ آبادی شہر بالائے قلعہ تھی۔

جب شیخ الاسلام اس مقام پہنچے تو آپ کی وضع اور قطع بالکل درویشانہ تھی
 لباس مبارک دریدہ اور گرد سفر کی وجہ سے کثیف تھا۔ اس لئے خاک نشین
 آستانہ اجمیر شریف کے خیال میں ہی یہ بات نہیں آئی کہ یہی درویش نکیش

دین و دنیا کا بادشاہ خاندانِ حشمت کا تاجدار دولت فقر کا مالک نعمت خلافت کا ورثہ اور ہمارے خداوند نعمت کا جانشین و قائم مقام ہے۔ لیکن اس خرقہ پوشی کی حالت میں ہی آثارِ کرامت و بزرگی سیماے روشن سے ضرور ظاہر ہوتے تھے القصد حبشیخ الاسلام کو رہتے رہتے کچھ دن گزر گئے اور استغفار باصراً کے بعد صبح کو یہ معلوم ہو گیا کہ شیخ مسعود میر الدین آپ ہی ہیں تو اکثر حضرت نے سعادتِ بیعت حاصل کی اور امتِ اقدس کو اپنی غرت سمجھ کر انجام دیا۔ افسوس کہ مزید حالات کا پتہ نہیں چلتا ورنہ شاید تفصیل کے ساتھ شیخ الاسلام کی حضری اجہیر کا حال بیان کیا جاتا۔ شکر ہے کہ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ زبانی روایات کی بدولت معلوم ہوا ہے۔

موجودہ زمانہ میں وہ مقام جہاں آپ نے چلے کئی فرمائی تھی ایک حجبہ کی صورت میں آستانہ اقدس کی مسجدِ صندلخانہ کی پشت پر اب تک موجود ہے۔ اور ہر سال محرم الحرام کی پانچویں تا سب کو بعد مغرب کچھ گھنٹہ کے لئے کھلتا ہے وہ سال بہرہ حجرہ ہمیشہ متفضل رہتا ہے۔

مجاہد و ریاضت شیخ الاسلام کے مجاہدہ و ریاضت کا کیا بیان ہو سکتا ہے اس لئے کہ جس مادرِ مہربان کے آغوشِ نعمت

میں آپ نے تربیت پائی تھی وہ خود مجاہدہ و ریاضت کی سراپا تصویر تھی۔ اور وہ واقعات میں آپ اپنی مثال۔ چنانچہ شیخ الاسلام کو بھی بچپن ہی سے عبادت و ریاضت کا جوشوق پیدا ہوا تھا وہ صرف اپنی محترم اور بزرگ ماں کی صحبت اور تربیت کا فیضِ اثر تھا پھر جیسے مجاہدہ و ریاضت میں شیخ الاسلام

ایک نئی لذت ملتی تھی شوق میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا یہاں تک اگر آج یہ کہا جائے کہ شیخ الاسلام کی مبارک زندگی کا کوئی لمحہ مجاہدہ و ریاضت سے خالی نہیں تھا تو بالکل بجا ہے۔ ایسی حالت میں شیخ الاسلام کے مجاہدہ و ریاضت کا بیان اگر کیا جائے تو ایک مبسوط دفتر ہو جائے۔ اس لئے ہم صرف دو تین واقعوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

روزہ طے شیخ الاسلام نے اپنے پیر و مرشد کیناب کے عمارت مجاہدہ چاہی ارشاد ہمارا روزہ طے رکھو۔ چنانچہ شیخ الاسلام نے تعمیل ارشاد میں روزہ طے کی نیت کی اور تین دن تک کوئی چیز نہیں کھائی تین دن کے بعد افطار کے وقت ایک شخص کچھ کھانا لایا۔ شیخ الاسلام نے سمجھا کہ شاید مردانِ غیب ہے آپ نے کھانا لے لیا اور افطار اسی سے فرمایا۔ ابھی افطار نہ راکر کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ شیخ الاسلام کی نظر مبارک سامنے کے درخت پر پڑی دیکھا کہ ایک شاخ پر ایک کوا بیٹھا ہوا ہے اور ایک مردار جانور کے گوشت کی بوٹی اُس کے منہ میں ہے اس کو نہیمہ طے کر مشاہدہ سے کراہت پیدا ہوئی اور فی الفور تے ہوئی۔ کھایا ہوا سب نکل گیا معدہ بالکل پاک ہو گیا۔ شیخ الاسلام نے اپنے پیر و مرشد قطب الاقطاب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پورا واقعہ عرض کر دیا۔ فرمایا کہ مسعود تم نے شرابی کے کہانے سے افطار کیا تھا خدا کا شکر ہے کہ وہ کھانا تمہارے پیٹ میں نہیں رہا۔ اب پہر تین دن کا روزہ رکھو آپ نے پہر نیت کی تین دن گزر کر اور پورے تین دن ہو گئے۔ لیکن کوئی

شخص کھانا نہیں لایا۔ یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا اور غلبہ ضعف اور حرارت
گرہنگی سے دم گھٹنے لگا۔ شیخ الاسلام نے زمین پر دونوں ہاتھ پھیلا
دیے بھوک کی شدت تھی کنکریاں ہاتھ میں آئیں تو وہی منہ میں ڈال لیں
خدا کی شان وہی کنکریاں شکر کی ڈالیاں ہو گئیں۔

سنگ در دست تو گہر گردو

زہر درد کام تو شکر گردو

شیخ الاسلام نے جب یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی تو دلیس خیال آیا شاید یہ بھی کوئی
فریب ہے اپنے منہ سے وہ کنکریاں نکال پھینکیں۔ دوسری بار پھر بھوک سے
بیتاب ہو کر کنکریاں منہ میں ڈالتی ہی مصری کی ڈالیاں ہو گئیں اپنے
پہننے سے باہر نکالیں عرض جب چند مرتبہ یہی ہوا تو آخر آپ کے ذہن میں
خیال آیا کہ حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ جو کھانا غیب سے پہنچے وہی تناول کرنا معلوم
ہوتا ہے کہ غیب سے یہی شکر عنایت ہوئی ہے۔ جب دلیس یہ خیال آیا تو
آپ نے وہ شکر نوش جان فرمایا۔ دوسرے دن شیخ کچھ مدت میں عارضی
نعیب ہوئی رات کا سارا ماجرا عرض کر دیا۔ شیخ نے فرمایا اچھا کیا کہ تمنے
اس شکر سے افطار کر لیا۔ صاحب سیرالاولیا کا بیان ہے کہ اسی واقعہ کے
ظہور پذیر ہونے کے بعد آپ کا لقب گنج شکر مشہور ہوا۔

ایک مرتبہ پیر و مرشد حضرت قطب الاقطاب کا ارشاد

ہو مسعود چلہ معکوس کی ریاضت کر و شیخ الاسلام

چلہ معکوس

چلہ معکوس کی حقیقت سے واقف نہیں تھے۔ لیکن حضرت شیخ کے رعب سے

دریافت کرنے کی جرات نہ ہوئی آخر اپنے براؤ حقیقت مولنا بد الدین غزنوی کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا کہ چلہ معکوس کیا ہے آخر مولنا بد الدین نے حضرت شیخ سے چلہ معکوس کی نسبت دریافت کیا حضرت شیخ نے فرمایا چالیس دن کوئیں میں لٹا لٹک کر یا دالہی میں مصروف رہنے کا نام چلہ معکوس ہے شیخ الاسلام کو اب اطمینان ہو گیا۔ اور چلہ معکوس کا مصمم ارادہ فرمایا لیکن خیال یہ پیدا ہوا کہ پوشیدہ مقام ہو تو بہتر ہے جب شہر دہلی میں ایسا کوئی مقام نہیں ملا تو ہانسی تشریف لے گئے یہاں بھی کوئی مقام ایسا نہیں ملا جو صبا خواہش ہوتا۔ شیخ کا مقصد یہ تھا کہ کنواں مسجد میں ہو اور کنوئیں پر ایک درخت بھی ہو جس کی شاخ میں رسی باندھ کر اس میں لٹک سکیں تیسری بات یہ تھی کہ مسجد میں ایک شخص کے سوائے کوئی دوسرا شخص ات کو نہ رہتا ہو اور یہ شخص ایسا دیندار اور متقی ہو کہ اسے محرم زاد بنایا جاسکے تاکہ بعد وصال وہ کنوئیں میں لٹکائے اور فجر کی نماز سے پہلے پہلے کنوئیں سے باہر نکال لے اور اس واقعہ کا کسی پر اظہار نہ کرے تاکہ راز آشکارا نہ ہو جائے آخر شیخ الاسلام خطہ اوچہ میں وارد ہوئے وہاں مسجد میں کنواں بھی تھا کنوئیں پر درخت بھی تھا اور موذن بھی ایسے تھے جو درویشوں کی بہت سی صحبتیں دیکھ چکے تھے اور خود بھی درویش تھے۔ اور سب بڑی بات یہ کہ ہانسی کے رہنے والے تھے اور شیخ الاسلام سے پہلے ہی خلوص ارادت رکھتے تھے۔ غرض شیخ الاسلام نے اس مقام کو پسند فرمایا۔ اور کچھ دن قیام کر کے مسجد کے موذن خواجہ رشید الدین مینائی اور زیادہ محکم و استوار

تعلقا پیدا کر لئے جب آپ کو یقین ہو گیا کہ میرے راد کو کسی پر فاش نہیں کریں گے تو ایک دن اُنے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ اور چالیس دن تک روزانہ بلاناغہ یہی حالت رہی کہ نماز عشا کے بعد جب تمام نمازی مسجد سے ختم ہو کر اپنے اپنے مکانوں میں چلے جاتے تو خواجہ رشید الدین شیخ الاسلام کے پائے مبارک میں رسی باندھ کر آپ کو اٹاٹکا دیتے اور رسی کا دوسرا سرادخت کی شاخ سے باندھ دیتے۔ اور صبح نمازیوں کے آنے سے پہلے ہی آپ کو کونویں سے نکال لیتے غرض جب چلہ پورا ہوا تو پھر آپ خدمت شیع میں حاضر ہو گئے۔

مرض الموت انتقال سترہویں کئی ماہ پہلے غلہ کی بیماری شیخ الاسلام کو لاحق ہوئی۔ اور روز بروز درد و تکلیف میں اضافہ ہوتا گیا

غلہ ایک ایسی بیماری ہے کہ بدن میں سوئیاں سی جھپتی معلوم ہوتی ہیں مختلف علاج ہوئے متعدد تدبیریں اختیار کی گئیں مگر نہ کوئی علاج کارگر ہوا نہ کوئی تدبیر سودمند ثابت ہوئی۔ اس لئے کہ یہی آخری مرض تھا۔ اور طائرہ ج مبارک حقیر بقیہ نفس مخفی سے پرہیز کرنے والا تھا۔ مریدان خاص اور معتقدین با اعلیٰ میں نہ فرزند ان گرامی تدر تیار داری میں نجات مصروف رہتے تھے۔ اب تم یہ سمجھتے ہو گے کہ شیخ الاسلام کی تیار داری ریسانہ اور میرانہ طریقہ پر انجام پائی ہوگی اور راحت آرام کے تمام لوازمات موجود ہوں گے ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ بلکہ دلوں کی تسلیم پر حکمرانی کرنے والا وہ بادشاہ جسکے استنانے پر تاج و تخت رکھنے والوں کے سر جھکتے تھے۔ جب بیمار ہوا تو اسی طرح بیمار ہوا جس طرح مردان خدا صبر و صفا کے امتحان و آدمایش

میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یعنی خدا نے سب کچھ دیا تھا اور ہمارے ہاتھ پر تمام ساز و سامان مینا ہو سکتے تھے مگر یہ سب کچھ ہوتے ہوئے شیخ الاسلام نے اسباب دنیا میں سے کسی چیز کا خیال تک نہیں فرمایا۔ اور عجز و انکاری غیرت و غلیبی ہی کو عزیز تر سمجھا۔ محبوب الہی فرماتے ہیں کہ صرف ایک کسبل تھا جو شیخ الاسلام کی چارپائی پر بچھا ہوا تھا۔ اور کسبل اس قدر چوڑا تھا کہ پائیں کمپیٹر سے چارپائی کھلی رہ جاتی تھی۔ جس پر ایک دوسرا ٹکڑا ڈال دیا جاتا تھا۔ اور جب آپ اس ٹکڑے کو اڑھ لیتے تھے تو پائیں کمپیٹ سے چارپائی کھلی رہتی تھی۔ اور حضرت قطب الاقطاب کا وہ عصا جو شیخ الاسلام کو عطا ہوا تھا شیخ الاسلام کے سر پر رہتا اور آپ اسی کا تکیہ لگاتے۔ اور اکثر اسے چومتے رہتے تھے۔

بہر حال بیماری میں تخفیف کے بجائے جب رفتہ رفتہ ترقی ہی ہوتی گئی تو شیخ الاسلام نے بعض نیاز مندان خاص کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ سب لوگ فلاں مقام (مقابر شہداء) پر جاؤ اور میرے لئے دعا کرو چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں سب لوگ اس مقام پر گئے اور اپنا اپنا کھانا ساتھ لیتے گئے۔ رات بھر اس مقام پر رہے اور تھوڑی دیر کے لئے بھی دعا سے غافل نہیں ہوئے جب رات کی تاریکی مائل ہوئی اور آفتاب عالم تاب افق مشرق سے برآمد ہوا۔ تو سب لوگ پھر خدمت شیخ میں حاضر ہوئے۔ اور سب نے عرض کیا کہ پیرومرشد کے ارشاد کے بموجب ہم سب فدیہ ان بارگاہ رات بہر اس مقام پر دعا میں مصروف رہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں ہوئے شیخ الاسلام نے کچھ دیر تاہل کیا پھر فرمایا کہ تمہاری دعا سے مجھے میں

صحت کا کوئی اثر پیدا نہیں ہوا۔ محبوب الہی فرماتے ہیں کہ اس ارشاد کا جواب
ابھی میں سچ ہی رہا تھا کہ میرے ایک دوست علی بہاری نے جو مجھ سے ذرا
نیچے کھڑے ہوئے تھے عرض کیا۔ مانا قصائیم و ذات مبارک شیخ کامل دعا
ناقصاں در حق کاملان کجا مستجاب شود۔ یعنی ہم لوگ ناقص ہیں اور پیر و مرشد
کی ذات اقدس کامل ہے۔ پہلا ناقصوں کی دعا کاملوں کے حق میں کیسے
قبول ہو سکتی ہے۔ چونکہ علی بہاری نے پیر و مرشد کے رعب و دابستیت
کی وجہ یہ الفاظ کی قدر آہستگی کے ساتھ عرض کئے تھے۔ اس لیے شیخ الاسلام
کے گوش حق بنوش تک یہ جملہ نہ پہنچ سکا۔ لیکن اسی جملہ کو سلطان
المشاخ نے دُھرا کر شیخ الاسلام کے سمع مبارک پہنچا دیا۔ شیخ الاسلام نے
سلطان المشاخی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ من از خدا خواستہ ام کہ ہر چہ تو از
خدا بخواہی بیا بی۔ یعنی میں نے خدائے برتر سے یہ دعا مانگی ہے کہ جو تم خدا
سے چاہو گے وہی پاؤ گے۔ پھر شیخ الاسلام نے اپنا عصا سلطان المشاخی
کو عطا فرمایا۔ یہاں تک کہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا لیکن مرض برابر برپا
جاتا تھا مجبوراً اطباء کے مشورہ سے حکم قرآنی کے مطابق رمضان شریف
کے روزے نہیں رکھے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ شیخ الاسلام کینڈرمت
میں خسر پرہ پیش کیا تھا۔ محبوب الہی تلاش کو یہاں تک لے گئے رہتے جاتے
تھے اس اثنا میں شیخ الاسلام نے ایک پہانک سلطان المشاخی کو
عنایت فرمائی سلطان المشاخی نے دلیں سوچا کہ یہ پیر و مرشد کا حلیہ
ہے اسے ضرور کھا لینا چاہیے پھر کفارے میں مسلسل ساٹھ روز رکھ لوگا

یہ سوچ کر آپ نے کہا نیکارادہ ہی کیا تھا کہ شیخ الاسلام نے ارشاد فرمایا مولانا نظام
 ہیں تو بیاری کی وجہ سے افطار روزہ کی اجازت ہے لیکن تم کس لیے روزہ
 توڑتے ہو۔ کچھ دن بعد سوال کا عینہ آیا۔ تو ایک دن شیخ الاسلام
 نے سلطان المشایخ کو بلوایا۔ اور ظاہری و باطنی تمام نعمتیں عنایت فرما کر
 خصنت کیا اور قیام دہلی کی اجازت دی سلطان المشایخ ماہ شوال میں
 بموجب ارشاد پیر و مرشد دہلی پہنچ کر مسند ارشاد و شیخت پر رونق افروز ہوئے
 جب ماہ محرم آیا تو شیخ الاسلام کا مرض اپنے انتہا کو پہنچ گیا۔ ماہ محرم
 کی پانچویں شب کا واقعہ ہے کہ شیخ الاسلام نے عشا کی نماز باجماعت ادا فرمائی
 پہر بیہوشی طاری ہوئی۔ گہری بہر کے بعد جب ہوش آیا تو حاضرین سے
 پوچھا کیا منے عشاء کی نماز ادا کر لی عرض کیا گیا جی ہاں فرمایا لاؤ ایک با
 اور پڑھ لیں سبحان اسداس ذوق عبادت کے صدقے مقصد یہ تھا
 کہ وداع کا زمانہ بالکل قریب ہے یہی آخری نمازیں ہیں جو پڑھ لی جائیں
 گی وہی پڑھ لی جائیں گی چنانچہ دوسری بار پھر نماز ادا کی اور بیہوش
 ہو گئے کچھ دیر کے بعد جب ہوش ہوا تو پھر وہی سوال فرمایا۔ اور وہی
 جواب ملا۔ لیکن شیخ الاسلام نے اس مرتبہ بھی نماز ادا فرمائی اور اب جو
 ہوش طاری ہوا۔ تو اسی حالت میں رحلت فرمائی۔ ان لہ وانا الیہ
 راجعون۔

سنہ فوتات صاحب سیر الاولیاء نے صفحہ ۹۱ پر شیخ الاسلام کا سن
 ولادت ۱۰۶۵ ہجری قمریٰ دفات سلاطین تحریر فرمایا ہے اور سلطان المشایخ

کے حوالہ سے پچانوے سال کی عمر بتائی ہے۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ کتاب
مستطاب فوائد الفوائد کی دوسری جلد کی آٹھویں مجلس میں حضرت حن ملا برنجری
سلطان المشائخ کی زبانی نقل فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام کا سن مبارک رحلت کے
وقت تیرانوے سال کا تھا۔ اس کے علاوہ صاحب سیر الاولیاء کے صفحہ ۱۲۳ پر یہ
جبارت قلمبند فرمائی ہے۔

سلطان المشائخ بقلم مبارک خود نوشتہ است
کہ شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدين قد
سرد لیسر زکات حروف را بخواند
در روز آدینہ بعد از فراغ نماز است
پنجم ماه جادی الاولی سنہ تسع و ستین
و ستائیمه لعلاب از دهن مبارک در دهن
کاتب کرد و وصیت فرمود بحفظ
کلام الد المجید۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ ستائیمہ میں شیخ الاسلام عالم کائنات میں
جلوہ منور رہے باہر حال نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان المشائخ سے بسند صحیح بی بی و نون
روایتیں ہو سکتی ہیں پہلے فوائد الفوائد کی دوسری لعلاب دهن کی تردید
جس کی صحت کے متعلق صاحب سیر الاولیاء کا یہ بیان کافی ہے کہ یہ روایت
سلطان المشائخ کہ دست مبارک سے لکھی ہوئی دیکھی گئی ہے

اب دو صورتیں ہیں یا صاحب سیر الاولیاء سے خود قلمع ہوا ہے یا لعلابی

طبع کرانے والوں سے غلطی واقع ہوئی ہے بہر حال جو کچھ بھی قیاس یہ کہتا ہو کہ سن ملاوت وہی صحیح ہے جو صاحب جو اہر سریدی نے بتایا ہو یعنی ۷۷۷ء کیونکہ اب سلطان المشائخ کی روایت کے مطابق جب تترائوسے سال کی عمر تسلیم کیمائے گی تو سن ۷۷۷ء ہجری قرار پائے گا۔ اور اس وقت سلطان المشائخ کی اس تحریر کا انکار ہی لاؤم نہیں آئے گا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ۷۷۷ء میں شیخ الاسلام نے لواب دھن میرے منہ میں ڈالا پس ہمارے حساب سے ۷۷۷ء کو سن ۷۷۷ء فات کہنا اقرب الی الصواب ہے۔

رحلت کے بعد ہی آپ کے فرزند ان ارجمندان اور بعض تکفین و تدفین مریدان نیاز مند ان نے آپ کو غسل دیا یہ محمد کرمانی

جو صاحب میرالادلیا کے جد امجد تھے اپنے مکان سے ایک سپید چادر لائے جو جنازہ پر ڈالی گئی۔ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ منسز ندا ارجمندان نے یہ رائے ظاہر کی کہ شیخ الاسلام کو شہر باہر شہدار کے مقابر کے متصل دفن کیا جائے چنانچہ جنازہ لیس کر سب شہر کے دروازہ کا رخ کیا۔ اتفاق دیکھو کہ خواجہ نظام الدین جو شیخ الاسلام کے محبوب فرزند ارجمند تھے اس وقت موجود تھے۔ بلکہ سلسلہ ملاومت پشیا لہ میں سلطان غیاث الدین بلبن کے ہمرا تھے انہوں نے خراب کیا کہ شیخ الاسلام اجد دھن میں طلب فرماتے ہیں چنانچہ صبح اٹھتے ہی آپ نے اجد دھن کا راستہ لیا۔ اور اتفاق سے جب شہر کے قریب پہنچے تو رات ہو چکی تھی اور جسکی وجہ سے شہر کا دروازہ بند ہو چکا تھا شیخ نظام الدین مجبوراً شہر سے باہر نکلے جب صبح ہوئی

اور دروازہ شہر کھلا تو شہر کا رخ کیا جب دروازہ کے قریب پہنچے تو شیخ الاسلام کا جنازہ سامنے نظر آیا۔ اور اپنے والد بزرگوار سپردِ مرشد کی مفارقت کا صدمہ مائل ہوا بہائیوں سے پوچھا کہاں دفن کرنے کا ارادہ ہے سب نے کہا مقابرِ شہداء میں شیخ نظام الدین نے فرمایا کہ اگر آپ لوگوں نے شیخ الاسلام کو شہر سے باہر دفن کر دیا تو آپ لوگوں سے مخلوق کو کوئی علاقہ اور تعلق نہیں رہے گا۔ زائرینِ کُمیز گئے اور شہر سے باہر شیخ الاسلام کے مزارِ انور پر حاضر ہو کر واپس آجائیں گے۔ اس لئے میرے خیال میں بہتر یہی ہے کہ شیخ الاسلام کو شہر میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ جنازہ واپس لایا گیا اور جہاں اسوقت روضہ مقدسہ ہے وہاں آپ کو دفن کیا گیا۔

مدفن صاحبِ سیر لاویا رجب ابی سلطان المشائخ کی سجدہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار ایک شخص شیخ الاسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ اگر میری مرشد کی امانت ہو تو باہر پانی اور لکڑیاں جمع کر کے ماسکین کیلئے ایک حجرہ خشتی بنایا جائے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ سات سال پہلے جب سبندہ مسعود نے ینیت کر لی کہ کبھی اینٹ پر اینٹ نہیں رکھے گا۔ پھر اسی شخص نے فرزند ان شیخ کو مجبور کر کے حجرہ بنانے پر آمادہ رکھ لیا تھا چنانچہ شیخ الاسلام کی رحلت کے بعد اسی حجرہ کو توڑ کر سبج الاسلام کا روضہ مبارک بنایا گیا۔ اور محمد مبارک کے لئے کچی اینٹوں کی جب ضرورت لاحق ہوئی تو اسی حجرہ کی اینٹیں کام میں آئیں طیب اللہ مرقدہ و جعل خلیفۃ القدر مثواء۔ اللهم ارقنا شفاعتہ و محبتہ آمین

يَا سِرْبَ الْعَالَمِينَ بِجَاهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَاللَّهِ
الطَّاهِرِينَ وَاصْحَابِ الطَّيِّبِينَ وَأَوْلِيَاءِ الصَّالِحِينَ
(أَمِينَ)

کرامات

گنجشکر کا لقب لقب گنجشکر سے ملقب ہونے کی ایک وجہ اس سے پہلے
بیان کی جا چکی ہے جو صاحب سیر الاولیاء نے

بیان کی ہے۔ دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک روز ایک بنجارہ خچر وں
اور گدھوں پر شکر کے بورے لادے ہوئے شیخ الاسلام کے سامنے سے
گزرے شیخ الاسلام نے دریافت فرمایا کہ ان بوروں میں کیا ہے بنجارہ نے
ازراہ تسخر جواب دیا کہ نمک ہے شیخ الاسلام نے فرمایا اچھا نمک ہی ہو گا چنانچہ
بنجارہ نے منزل مقصود پہنچ کر حبشہ کے بوروں کو کھولا تو سب نمک سے
بھرے ہوئے تھے وہ رو تا پٹیا واپس ہوا۔ اور شیخ الاسلام کی خدمت میں
حاضر ہو کر معافی چاہنے لگا۔ بہت منت و سماجت کی کہ قلام سے قصہ
ہوا کہ ان بوروں میں نمک بتایا حالانکہ صبح واقعہ یہ ہے کہ انہیں شکر تھی
لہذا کرم کیجئے ورنہ تباہ ہو جاؤں گا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا خیر شکر ہو گی
جب وہ شخص واپس ہوا۔ اور بوروں کو کھول کر دیکھا تو سب کو شکر سے پُر پایا

خان خانان بیرم خاں جو بادبود و نیوی اسناد و مناصب اور عظمت مرتبت
کے شیخ الاسلام کیمیا سے دلی عقیدت رکھتے تھے انہوں نے اس واقعہ پر
یہ شعر کہا ہے

کان نمک جہاں شکر شیخ بحر و بر
آن کز نمک شکر کند و از نمک شکر

و لہذا دین قال
کان نمک و گنج شکر شیخ فیہ
ہر کان نمک کرد نظر گشت شکر
شیریں تر از بس کراستے کنش شنید
اس کے علاوہ شیخ الاسلام کی بیشمار کرامتیں ہیں اور سچ پوچھو تو
آپ کا وجود اللہ کی امتوں میں سے ایک روشن آیت تھا اور آپ کا
ہر قول و ہر فعل ایک زبردست اور بین کراستہ - اب غور کرو کہ ایک ایسے
ناپید ان کی لا تعداد وجوہ کو ایک کوزہ میں کیسے بند کیا جاسکتا ہے یہ رسالہ کفایت
کرے گا بقلم آخر تک ساتھ دے گا نہ دماغ میں محاسبہ کرنیکی قوت
باقی رہے گی۔ اس لئے صرف چند کرامتیں ذیل میں بیان کیا جاتی ہیں۔

فوائد الغواذ میں مرقوم ہے سلطان المشايخ
خواب میں رؤیتا

فرماتے تھے کہ میں نے ایک رات خواب میں
شیخ الاسلام کی زیارت کی ارشاد ہوا مولانا نظام ہر روز سومرتبہ یہ دعا پڑھا کرو
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْإِسْلَامُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ جب بیدار ہوا تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ اس ارشاد میں ضرور کوئی

مقصود ہے۔ آخر ایک عرصہ کے بعد میں نے مشائخ کی متعدد کتابوں میں اس
ورد کے بشمار فوائد ملاحظہ کیئے۔

یہ خیال کرنا چاہیئے کہ شیخ الاسلام نے اس دنیا سے خصت ہونے کے
بعد بھی آپ نے وابستگان و اہل کرم کو فراموش نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ
روحانی مدد فرمائی۔

جن اصحاب کو کرامات کے مطالعہ کا اور زیادہ اشتیاق ہو وہ
فوائد القواد کا مطالعہ کریں۔ خیر المماس کو پڑھیں۔

ملفوظات

ترجمہ

فرمود

اگر ہست غم نیست و اگر نیست غم نیست۔ اگر ہے تو غم نہیں اگر نہیں ہو تو غم نہیں

الصوفی یصفو قلبہ کل شی
ولا یکدرہ شی
صوفی وہ ہے کہ تمام چیزیں اس سے
معافی حاصل کر لیں وہ کسی چیز سے کمد نہ ہو

روزنامہ ادبی شب معراج عاشقان
نامہ ادبی دن عاشقوں کی شب معراج

چوں فقیر عالم نوپوشد چنانچہ
جب فقیر دنیا باس پہنچے یہ ہے

کہ کفن می پوشد

کہ کفن پہنتا ہے۔

آن ناکہ باشی و نہ باز نایست
چنانکہ باشی

جو کچھ تو ہے وہی ظاہر کرد نہ لوگ
تجھے دیا ہی ظاہر کریں گے جیسا کہ تو ہو

المباحثۃ بین الاثنین خیر
من تکرار السنین

تہا دو برس تکرار کرنے سے دشمنوں کا
باہمی ایک بے ماسہ بہتر ہے۔

الآفة والتدبیر والسلامۃ والسلام

تدبیر میں آفت، تسلیم میں سلامتی ہے

العلماء اشرف الناس
والفقراء اشرف الاشراف

لوگوں میں شریف تر علماء کا طبقہ ہے
اور شریفوں میں شریف تر فقرا کا گروہ ہے

الفقیرین العلماء کالبدر
بین کواکب السماء

علماء کے طبقہ میں فقیرایا معلوم ہوتا ہے
جس طرح تارنج میں چاندیوں کا چاند

ان اشرار الناس من
اشغل بال کل واللباس

لوگوں میں سب زیادہ روزیوں دشمن ہے
جو کھانے اور پہننے میں مشغول ہوا۔

الکلام مُسکِرُ الْقُلُوبِ اَنْ اَوَّلَ الْكَلَامِ کلام دلوں کو سر دینچا نیا لہو لہی اگر کسی بات کی
وَاٰخِرُهُ اِنْ كَانَ لَمْ يَقْعَمُ وَالْاَوَّلُ فَاسْكُتْ ابتدا اور انتہا محض اشد کیلئے ہو تو کلام کر دینچیت

(سیرۃ الاولیاء صفحہ ۴۷ تا ۴۸)

نیز صاحب سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ ایک بزرگ نے شیخ الاسلام و المسلمین
حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کے پانصد کلمے ایک رسالہ میں جمع کئے ہیں
چمکے درج ذیل ہیں:-

ترجمہ

”نہ مود“

باخدا ئے تہائے باید سافت خدائے برتر کساتہ معاملہ رکھنا چاہیئے
کہ ہمہ بستانند او بدحد اس لئے کہ سب لوگ لیتے ہیں اور وہ
وچوں او دھب دیتا ہے۔ اور جب وہ دیتا ہے تو کوئی
کس نہ تاند نہیں لے سکتا۔

اے اہل سادہ هیچ جا فراموش کن کسی وقت موت کو فراموش نہ کر

پہنانِ خویش بہتر از آشکار دار اپنا باطن اپنے ظاہر سے اچھا رکھ

منت پند از منت بر کس منہ احسان مان احسان نہ جبتا

ہر چہ کہ دل بہ بدی آن گواہی دہد جس چیز کی تمہاری پر دل گواہی دے

از سرتاں در گزر

اُس کا خیال فوراً چوڑھے۔

بر توانائی تکیہ ممکن

اپنی قوت پر بہرہ و سر نکر

چوں با اہل دولت نشینی دین را
فراموشش ممکن

جب اہل دولت کے پاس بیٹھے تو احکام
دین کو مت بھول۔

عزت و حشمت در عدل و
انصاف دان

اپنی عزت و حشمت عدل و انصاف ہی
میں جان۔

برقت تو نگری بزرگ ہمت باش

اپنی مالداری کے زمانہ میں ہمت بلند رکھو

چوں زحمت از خدائے عز و جل تہور و
دارد از و مگر نیر

جب خدا کی طرف سے تجھے کوئی تکلیف پہنچے
تو اُس سے نہ بھاگ

در ویش کہ با امید تو نگری باشد
حسرتیں داں۔

جو درویش کہ مالداری کی امید رکھے
اُسے لاپچی سمجھو

بیب خویش مینا باش

ہمیشہ اپنے عیوب کو دیکھتا رہ۔

اگر خواہی کہ رسوا نہ شوی بجا مکن اگر چاہتا ہے کہ رسوا نہی تو خوشامد مکر

اگر تمہے خلق را دشمن خواہی تکبر اگر تمام دنیا کو اپنا دشمن بنا نا چاہتا
باش۔ ہے تو مغرور ہو جا۔

اگر آسودگی خواہی حسد مکن اگر آسودگی چاہتا ہے تو حسد مکر

بیعت مزارِ مخالفت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ شیخ الاسلام
کے بڑے صاحبزادے نے حضرت قطبِ قطا

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ کے پایاں مزارِ سر بلند بنوایا۔ رفتہ
رفتہ جب یہ جبر شیخ الاسلام کے گوش حق نیوش طیب اللہ فیجہ کے پسینی تو فرمایا

شیخ قطب الدین خواجہ محمد شیخ قطب الدین ہمارے آقا اور محمد

ماست آما این بیعت درست بناشد ہیں لیکن یہ بیعت درست نہیں تھی۔

ارادت آنت کہ دست شیخ ارادت و بیعت کے تو یہ معنی ہیں کہ کسی

شیخ کا ہاتھ پکڑا جائے گیسرندہ

خانقاہ سازی کی مخالفت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام
کے برادرِ طریقت حضرت شیخ

بدالدین عزنوی سے نظام الدین خریطہ دار کوئے انتہا عقیدت تھی چنانچہ
خریطہ دار نے شیخ موصوف کے لیے ایک خانقاہ بنوائی۔ شیخ بدالدین اسی خانقاہ میں

بلوس کرتے تھے لیکن کچھ فلاح نہ پائی۔ اس لئے کہ انہی دنوں میں حساب فہمی کے معاملہ میں نظام الدین خسریطہ دار گرفتار ہوا اور اس کے کاروبار میں فتور ڈر گیا جب ضرورت زیادہ نازک نظر آئی تو شیخ بدر الدین غسنہ نوی نے شیخ الاسلام کچھ مدت میں عربینہ شوق کے ذریعہ عربین کیا کہ جس شخص نے میرے لئے خانقاہ بنوائی تھی وہ آجکل سمعت پریشان ہے اور اسکی وجہ مجھے بھی پریشانی لاحق ہے۔ دعا کیجئے کہ دونوں کی پریشانی رفع ہو شیخ الاسلام نے جواب میں تحریر فرمایا۔

ہر کہ بر سر دست	جو شخص کہ اپنے مشائخ کے طریقہ اور
پیران خود نہ رود	ان کی مادت کے موافق عمل نہیں
بچنیں باشد یعنی چوں	کرتا ہے اس کا حال یہی ہوتا ہے یعنی
پیران مارا رسم خانقاہ	جب خانقاہ سازی ہمارے پیر کی
نبود اولیٰ خانقاہ ہو کند	رسم نہیں تو جو شخص خانقاہ بنا کر اسیر
بنشیند از بہنا بنید	بیٹھے گا اسی طرح کے واقعات دیکھیں گے۔

شیخ الاسلام کی دعا سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ شیخ الاسلام جب کسی صندوق بارگاہ کے کسی نفل پر اظہار خوشنودی کے خیال سے اسکو دعا دیتے تو ہمیشہ یہی فرماتے "خدا تجھے درد عطا فرمائے اور وہبتگان دامان کرامت کے دلوں میں اس دعا سے ہمیشہ خطرہ گزرتا رہا۔ مگر جب سلطان المشائخ نے ضرورت خلافت زینب تن فرما کر قائم مقامی کی مسند پر درون افروزی منبرائی تو اسوقت فرمایا کہ اب اس درد کی حقیقت معلوم

حق یہ ہے کہ ایسے ایک درویش نیکوڑوں مسیحا یاں نثار اور چائیان قربان ہیں۔

تباور و توخو کردہ حاشا کہ دعا خواہم

فرزند احمد بن دین شیخ الاسلام کو پانچ فرزندان ارجمندان قدر رکھنے عطا فرمائے۔ خواجہ نصیر الدینؒ۔ خواجہ شہاب الدینؒ

خواجہ بدیع الدین سلیمانؒ۔ خواجہ نظام الدینؒ۔ خواجہ یعقوبؒ۔

خلفا شیخ الاسلام کے مریدین کی تعداد کا کیا شمار کیا جاسکتا ہے خلفا ہی کا کوئی حساب نہیں ہے۔ البتہ اعظم خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

سلطان المشائخ محبوب آہی حضرت خواجہ نظام الدین محمد بدایونی۔ معنی احمدیہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل۔ حضرت مولانا بدر الدین اسحاق، حضرت قطب جمال الدین بانسوی، حضرت مخدوم غلام الدین علی احمد صابز۔

رضوان اللہ علیہم اجمعین

جہاں تا قیامت بنام تو باد فلک بامہ و خور غلام تو باد

بکام دل و جان عشاق تو شراب محبت ز جام تو باد

معنی

خاک نشین آستانہ عالیہ

اجمیر شریف

{ ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۶ھ
بروز شنبہ

تاریخ سلف

نگاشتہ ۷۵۰۵

مولانا خواجہ معنی

اس کتاب میں حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کے تاریخی صبیح اور محقق
حالات و وجہ ہیں اس تصنیف پر ہندوستان کے اکثر اصحابِ علم نے
اپنی ہر تصدیق ثبت فرمائی ہے مصنف موصوف کے زورِ قلم، قوتِ اجتہاد
طرزِ تحقیق، اندازِ بیان کا اندازہ اس کتاب کے مطالعہ سے تعلق
رکھتا ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ خواجہ بزرگ کے حالات میں اس تاریخ
کا کسی حیثیت سے جواب نہیں پیش کیا جاسکتا۔ کاغذِ عمدہ اور نفیس
کلمات بہترین اور اعلیٰ طرزِ تحریر آئینہ اور دیدہ زیب حجم
(۱۵۶) صفحہ تصنیف ملت بلا اصول (ایک روپیہ)

سید ظور احمد نائب ناظم دارالاشاعت معینیہ فخریہ خدام خواجہ معنی شریف

نوشہ الغزیز خاں پرنسٹن

عزیزی پر لیا کر ہیں طبع ہوا

